فہرست مضامین

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

محرم الحرام ۱۴۰۳ھ تا ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ **جلد ہشت دہم** اکتوبر ۱۹۸۳ء تا ستمبر ۱۹۸۳ء

اٹھارویں جلد کے مضامین کی یہ فہرست موضوعات کے لحاظ سے ان سلسلہ وار صفحات کے حوالہ سے مرتب کی گئی ہے جو ہر صفحہ کے نیچے لگے ہوئے ہیں۔ یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوا لیجئے۔ (سمیع الحق)

نقشِ آغاز (اداریہ) سمیع الحق

دعواتِ عبدیتِ حق — افاداتِ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

اسلام، مغربی دنیا اور ــــــ مغربی تہذیب

قرآنیات

بحث و تحقیق ——— (عصر حاضر اور اسلام)

اسلامی نظام حکومت — فقہ اسلامی آئین و قانون

عالم اسلام ——— (مسائل اور مشکلات)

تاریخ و سیر و سیاحت

وفاقی مجلس شوریٰ میں نظام اسلام کیلئے مساعی

(سمیع الحق)

شخصیات ــــ سوانح

ارشاد و سلوک ــــ اصلاح نفس و معاشرہ

نصاب و نظام تعلیم ، تعلیمی ادارے مدارس
لسانیات ، معاشیات ، مکتوبات اکابر ، تبرکات
فرق باطلہ ــــ قادیانیت وغیرہ

افکار و اخبار ـــ متفرقات ، حاصل مطالعہ وغیرہ

دارالعلوم کے شب و روز

تعارف و تبصرۂ کتب

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم ۔ ۴
جلد نمبر : ۱۸
شمارہ نمبر : ۱۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

فون نمبر رہائش ۔ ۲
ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ
ستمبر ۱۹۸۳ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ -/۳۰ روپے فی پرچہ -/۳ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۔ ۳ پونڈ
بیرون ملک ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے چند قابل توجہ قومی و ملّی مسائل

نفاذ اسلام کا معاملہ۔ شوریٰ کی کارکردگی۔
عشر سے شیعوں کا استثناء فقہ حنفی
سود۔ ویلتھ ٹیکس۔ محمد اسلم قریشی کا اغواء۔
تجارتی اوقاف ٹیکس مشنری سرگرمیاں

۱۰ اگست ۱۹۸۳ء ساڑھے بارہ بجے وفاقی مجلس شوریٰ کے بجٹ سیشن میں مولانا سمیع الحق صاحب نے بجٹ پر کی گئی تقریر میں بعض قومی و ملی مسائل پر حکومت کو توجہ دلائی۔ تقریباً ۱۵ منٹ کی یہ تقریر وفاقی کونسل کی مدد سے پیش ہے۔
"ادارہ"

جناب مولانا سمیع الحق ——— نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

جناب چیرمین کئی دن سے بجٹ پر اور ملک کے داخلی اور خارجی تمام مسائل پر فاضل ممبران نے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ جناب والا سننے والوں میں ذوق و شوق تو کیا۔ بلکہ سننے کی سکت ہی نہیں رہی۔ اور نہ اب ہمارا وہ ولولہ اور ہمت ہے اور کوئی ایسی نئی بات رہی نہیں ہے۔ وہ جو فارسی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

در مجلسے کہ یاران شرب مدام کردند — چوں نوبتے بما شد آتش بجام کردند

تو اب ہمارے لئے پیمانے میں سوائے آگ کے اور کیا رہ گیا ہے۔ تو بہر حال دو چار چھوٹی چھوٹی معروضات تقریر کی شکل میں نہیں بلکہ گذارشات کی شکل میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو وقت کی تلوار ہے جو سر پر لٹک رہی ہے۔

جناب چیرمین۔ آپ تازہ تازہ بنائیں گے اور وزراء صاحبان نے تقریریں کرنی ہیں اور وہ اس کا جواب بھی دیں گے۔

جناب مولانا سمیع الحق۔ جناب والا سب سے پہلی گذارش یہ ہے جو میں پہلے بھی کئی دفعہ کر چکا ہوں تقریباً اس مجلس کو پونے دو سال ہو چکے ہیں۔ پچھلے سال بھی میں نے عرض کیا تھا کہ ہمیں چھ مہینے ہو گئے ہیں بجٹ اور میزانیہ پر ہر لحاظ سے غور کرنا ہمارا فرض ہے۔ لیکن آج جب کہ اس مجلس شوریٰ کو تقریباً پونے دو سال ہو گئے ہیں۔ تو بجٹ کے ساتھ ساتھ ہمیں ان مقاصد پر بھی نظر ڈالنی چاہیئے اور سب سے زیادہ توجہ ممبران حضرات کو ان مقاصد کی طرف دینی چاہیئے تھی جس کے

لیے مجلس شوریٰ قائم کی گئی تھی کہ آیا ہم ان مقاصد سے ہمکنار ہو سکے ہیں یا نہیں؟ اور ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے یا نہیں؟ اگر میں مجلس شوریٰ کی حد تک یہ کہوں کہ الحمد للہ اس مجلس شوریٰ نے جس کے ذمے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں رہنمائی اور راستہ ہموار کرنے کا فرض سونپا گیا تھا تو انشاء اللہ میں کہہ سکتا ہوں مجلس شوریٰ اس فرض کی ادائیگی میں کافی حد تک سرخرو ہو گئی ہے۔ اور ہر پہلو پر فاضل ممبران نے طمع لالچ اور خوف اور کسی ترغیب و ترہیب کی پرواہ کئے بغیر ملک و ملت کے لیے حق بات کہی ہے اور اس جرأت سے کی ہے کہ کسی پارلیمانی تاریخ کی کتاب اور اسمبلی کی رپورٹ اٹھائیں گے تو لوگوں کو وہ چیز نہیں ملے گی۔ جو موجودہ مجلس کے مباحث میں ہوگی۔ وہ بے جان اور بے زبان مظلوم اکثریت جو ہوتی ہے پارلیمانی نظاموں کی وہ ضمیر کی بات کب کر سکتی ہے یہاں جمہوریت کا بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ لیکن اکثریتی پارٹی کے ارکان کی زبان پر تالے لگے رہتے ہیں۔ اور پارٹی کا جو قائد ہوتا ہے وہ آمر مطلق بن جاتا ہے۔ وہاں کسی کو بھی اظہار حق کا موقع نہیں ملتا ہے نہ وہ جرأت کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں ان تمام ممبران میں سے کسی ممبر کی ضمیر میں یہ کھٹکا نہیں ہوگا۔ کہ جو چیز میں صحیح سمجھتا تھا اس میں میں نے کوتاہی کی۔ اختلاف رائے ہو سکتا ہے لیکن ملک و ملت اور اسلام کی راہ میں ان ممبران نے پورا حق ادا کیا ہے۔ اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ؎

سود افہار عشق میں شیریں سے کوہکن بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا

اور دوسرا شعر اگر میں نہ پڑھوں تو بہتر ہے۔ (آوازیں کہ ضرور پڑھیے) تو بہرحال سن لیجئے ؎

کس رُو سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

تو گذارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بہت سنہری موقع دیا تھا۔ اور اب بھی ہم مایوس نہیں ہیں۔ اب بھی موقع ہے۔ گو اس کا بہت زیادہ وقت ضائع ہو گیا ہے۔ لیکن اس غنیمت موقع سے فائدہ لینا تھا کہ اسلامی نظام کس طرح سے نافذ ہو سکتا ہے؟ تو میں نے پچھلے سال بھی عرض کیا تھا۔ اور میں چیلنج کرتا ہوں ان علماء حضرات کو جو باہر ہیں اور جو دینی درد رکھنے والے لوگ ہیں کہ اسلامی نظام کے لئے ہم جو مروجہ پارلیمانی طریقے ہیں۔ انتخابی طرز طریقے ہیں۔ ان طریقوں سے ہم ہرگز اس منزل تک نہیں پہنچ سکتے اگر وہی طریقے اختیار کئے جائیں تو آئندہ سو سال تک بھی ہم ملک میں اس نظام سے قطعاً اسلام اسلام نافذ نہیں کر سکتے نہ ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ ہم صالح مسلمان اور درد دل رکھنے والے

اور اسلام کے جذبے سے سرشار افراد کو اکثریت میں اسمبلی میں بھیج سکیں۔ خواہ اس کے لئے آپ جتنے بھی طریقے
اختیار کریں۔ کل ہی ہماری ایک محترمہ نے جو ظلم کی داستان سنانے والی ایک لیڈر کی صاحبزادی ہے وہ صرف
اس بات سے اتنی چڑ گئی ہیں کہ اخبارات میں بیانات دے رہی ہیں کہ یہ کیا ضروری ہے کہ امیدوار کے لئے نماز روزہ
ضروری شرط ہو اس نے بہت طنز یہ باتیں کی ہیں کہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہہ دے بس وہی مسلمان ہے اور نماز روزہ
کوئی شے نہیں ہے یہ ہمارے خواجہ خیرالدین صاحب کی صاحبزادی کا بیان آیا ہے اس نے نماز روزہ پر بڑی طنز و
تشنیع کی ہے تو میری عرض یہ ہے کہ اگر یہ موجودہ بندھن بھی ٹوٹ جائیں۔ تو ان ہی لوگوں کو اپنا کھیل کھل کر کھیلنے
کا موقع ملے گا۔ تو کیا خیال ہے کہ وہ ہمارے شرائط وضوابط اور دیگر فریم ورک ان کو کنٹرول کر سکیں گے؟ ہرگز
نہیں تو جمہوری سسٹم میں جو مروجہ ہے کے ذریعے اسلام آسکتا ہے۔ کہ ہمہ گیر انقلاب معاشرے میں پیدا کیا جائے
اور فرد اور معاشرے کی اصلاح کی جائے۔ اور ان کو انقلابی جذبات سے ایسا سرشار کیا جائے کہ جو بھی حکومت
آئے وہ ان کا محاسبہ کر سکیں جب تک معاشرہ اور فرد ایسا نہیں ہوگا تو ہم پارلیمانی سسٹم یا اس طرح
کا کوئی اور ڈھیلا ڈھالا ڈھانچہ کھڑا کر دیں جس میں ان لوگوں کے لئے من مانی کا راستہ کھل گیا ہو تو امید نہیں ہے
کہ ہم اس عظیم مقصد کے لئے جس کے واسطے پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کہا گیا تھا۔ اتنی قربانی دی
گئی تھی اس سے ہم کنار ہو سکیں۔ جناب والا میری گذارش یہ ہے کہ پیچھے کچھ ساتھی اگر کچھ دیر کے لئے خاموش
رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ذہنی طور پر ڈسٹرب ہوتا ہوں۔

جناب سید سعید حسن | جناب چیئرمین میں نے ایک لفظ نہیں بولا ہے۔

جناب چیئرمین | میرا خیال ہے کہ آپ اختصار سے کام لیجئے تاکہ آپ اپنے ہمسائے سے جان چھڑا لیں۔

جناب مولانا سمیع الحق | جناب والا ہمارے فاضل جنجوعہ صاحب نے ایک حدیث بیان فرمائی
تھی کہ جس کا ساتھی بھوکا ہو وہ مسلمان نہیں ہے۔ تو جس شخص کا ساتھی اپنے ساتھی کو تقریر بھی نہ کرنے
دے تو وہ کیا ہے؟ حق کہنے سے روکنا۔ اگر پڑوسی کا شیوا ہے تو پھر اسے کیا کہیں گے جناب محترم چیئرمین صاحب۔

جناب سید سعید حسن | جناب والا آپ ہی ان کو روکتے ہیں میں نے تو کبھی نہیں روکا۔

ایک معزز رکن | یہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کی طرف دیکھتے ہیں۔ (مداخلت)

جناب مولانا سمیع الحق | جناب چیئرمین اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سنہری موقع دیا تھا اس شکل میں دیا
تھا کہ فرد واحد کے ہاتھ میں اقتدار ہو۔ اور قوت ہو اور ملک کا چنا ہوا یعنی کہ اس لحاظ سے چنا ہوا کہ علم

وفکر ہر لحاظ سے صلاحیتوں کے لحاظ سے ایک ایسی شوریٰ یہاں اکٹھی کی گئی وہ ان کی پشت پر ہو اور ساری طاقتیں ہاتھ میں تھیں۔ تو اللہ کے فضل سے ہم اس مقصد تک بہت آسانی سے پہنچ سکتے تھے کاش کہ اس راستے میں رکاوٹیں ڈالنے والے جو لوگ ہیں جو ایجنسیاں ہیں، جو ادارے ہیں۔ انہوں نے ملک و ملت پر رحم کیا ہوتا شاید یہ موقع پھر ہمیں ہاتھ نہ آئے اور اس وقت بھی میری گذارش یہ ہے کہ اگر ہم کوئی نیا خاکہ لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں تو اس میں اس بات کا سب سے زیادہ لحاظ رکھا جائے۔ کہ اس خاکے کی صورت میں اپنی منزل اسلامی نظام کا جو نعرہ ہم نے بلند کیا ہے اور جس مقصد کو ہم چھ سال سے دھرا رہے ہیں کیا وہ منزل ہم سے دور تو نہیں ہو گئی۔ اور میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا جناب والا کسی کی گیدڑ بھبکیوں کی پرواہ کئے بغیر جو موزوں خاکہ ہو اسلامی فلاحی ریاست کا اور ایک عادلانہ ریاست کے قیام کا جو خاکہ ہے اس کو پیش کیا جائے۔ اب میں کچھ مزید دو چار نکات پر آتا ہوں اور باقی تقریر چھوڑ دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین | قبلہ پندرہ منٹ گزرنے کے بعد ابھی تقریر چھوڑ رہے ہیں۔

مشیر زکوٰۃ اور عشر | ابھی تھوڑی سی ہے جناب۔ جناب والا میں نے پچھلے اجلاس میں بھی بڑے ادب سے کہا تھا کہ ملک اور ملت کو فرقہ واریت سے متحد ہو کر بچانا چاہیئے۔ حکومت کو اپنے ذرائع، علماء کو اپنے ذرائع اور ارکان شوریٰ کو اپنے ذرائع استعمال کرنے چاہئیں۔ تو میں نے بڑے درد اور محبت سے اور اخلاص سے ان بھائیوں کی خدمت میں بھی عرض کیا تھا۔ جو بعض ایسی باتیں اٹھاتے ہیں اور جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں بھی عشر کے سلسلے میں عرض کیا تھا کہ عشر کے سلسلے میں وہی غلطی نہ دھرائی جائے جو زکوٰۃ کے سلسلے میں دھرائی گئی تھی۔ کہ اس میں بعض طبقوں کو مستثنیٰ قرار دے کر ہم نے ایک بڑی خطرناک غلطی کی ہے۔ اور فتنوں کا ایک راستہ کھول دیا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یکایک یہاں مختلف قومیں اور مختلف فرقے بننے والے ایک دوسرے کے مقابلے میں آ جائیں اور ایک دوسرے کی حق تلفی ہو اور ایک دوسرے کے حقوق غصب ہوں لیکن جس انداز میں اس کو نافذ کیا گیا تھا تو اس سے لازمی بات تھی کہ اہل سنت والجماعت کو اس سے بہت بڑا نقصان پہنچ سکتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ قوانین کہیں بھی نہیں ہیں۔ لیکن آپ نے ایک جماعت کو عشر سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور میں نے آپ کی خدمت میں تحریک التوا بھی اس مسئلے پر داخل کی تھی۔ مگر آپ کا حکم تھا کہ ان باتوں پر اظہار خیال بجٹ تقریر میں کیا جائے مجھے ملک بھر سے کئی اطلاعات بھی ملی ہیں اور خطوط بھی آتے رہتے ہیں اور حریت اخبار میں نے اس کو تحریک التوا کے ساتھ داخل کیا تھا۔ جس میں تفصیلی خبر ہے کہ ہمارے بے شمار سنی بھائیوں نے اپنے آپ کو فارم میں اثنا عشری لکھ دیا۔ ایسے سنی بھائی بھی ہیں جن کے نام کے ساتھ فاروقی، صدیقی اور عثمانی کا لاحقہ بھی لگا ہوا ہے۔ اگرچہ ان کے لئے بڑی شرم کی بات ہے لیکن لوگ مفادات کے لئے اور اغراض کے لئے سب

کچھ کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ملک میں ایک تو بہت سے ہمارے سنی لوگ فارم کے لحاظ سے دوسرے طبقے سے وابستہ لگیں گے۔ عددی اکثریت یا اس کے تناسب کا فرق پڑے گا۔ اور آگے یہ سلسلہ چل نکلا اور اہل سنت نے مختلف ایسے مسائل اٹھائے جو چار و ناچار ان کے ذہنوں میں آ رہے ہیں۔ ملازمین کے سلسلے میں اور قوانین کے سلسلے میں تو ممکن ہے کہ یہ ایک خطرناک بات ہو جائے۔ تو میری اس وقت بھی یہ درخواست تھی کہ اس مسئلے کو فوراً یکساں کیا جائے۔ ایسے قواعد لاگو کئے جائیں کہ کوئی فرقہ بے جا رعایت کا مستحق نہ ہو۔ اور ہر ایک کو اپنے حقوق بھی ملیں شیعہ حضرات کے ہاں اگر عشر نہیں ہے تو ان کے ہاں اس سے بھی زیادہ ایک چیز ہے جس کو خمس کہتے ہیں۔ تو ان پر خمس لاگو کیا جائے۔ جو ان کی فقہ کا تقاضا ہے۔ ہمارے وزیر خزانہ کا بیان اخباروں میں پچھلے دنوں آیا تھا جس پہ لے دے بھی ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کسی ایک فقہ کو دوسری فقہ پہ غالب نہیں کیا جائے گا۔ ٹھیک ہے کہ کسی فقہ کو دوسری فقہ پہ مسلط نہیں ہونا چاہیئے لیکن کسی فقہ کو بالکل کھلا چھوڑ دینا کہ گویا اس مملکت کے شہری ہوتے ہوئے وہ اپنی فقہ کے بھی پابند نہ ہوں اور دوسری فقہ کے بھی پابند نہ ہوں یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب چیئرمین | مولانا قبلہ میری مدد کیجئے اپنی تقریر کو مختصر کیجئے۔

مولانا سمیع الحق | اس دن بھی وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا تھا، وہ فی سبیل اللہ کا مسئلہ زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔ فی سبیل اللہ کے معانی یہ ہیں کہ زکوٰۃ میں تملیک لازمی ہے۔ اور رفاہ عام کی صورت میں وہ نہیں لگ سکتی۔ ہمارے مفسرین یا احناف سب کی رائے یہی ہے۔ اب وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کی تشریح کے لئے ہم سعودی عرب سے اور مصر سے جامعہ ازہر سے پوچھ رہے ہیں۔ جب ایک فقہی مسئلہ ہے اور اس میں سب فقہاء احناف متفق ہیں تو وہاں تو ان کو اجتہاد کی پڑی ہوئی ہے کہ کہیں کہیں سے راستہ مل جائے کہ حنفی مسلک جو بھی کہے لیکن کوئی اور خواہ مصر کا ہو شام کا ہو سعودی عرب کا ہو لیکن ہمارے مفاد کی کوئی بات ان میں سے نکل آئے۔ تو ہم یہاں بھی کہتے ہیں کہ فقہ حنفی کا لحاظ رکھا جائے جو اس کے معانی ہیں جو اس کے موضوعات ہیں ان کو ملحوظ رکھا جائے۔

سود | سود کے متعلق ہمارے بہت سے احباب نے کہا ہے اور جناب وزیر خزانہ نے پچھلے سال اعلان بھی کیا تھا مگر کچھ بھی نئی بات نہ ہو سکی

تجارتی اوقاف پر ٹیکس | اس کے علاوہ وہ وقف جو فاؤنڈیشن اور ٹرسٹ ہے اس میں جو چیزیں ہیں مثلاً مکان کا کرایہ جو ہے اس پر تو ٹیکس نہیں ہے لیکن جو اوقاف تجارتی مقاصد میں خرچ ہو رہے ہیں۔ صنعت میں انڈسٹری میں استعمال ہو رہے ہیں اب اس پر بھی ٹیکس لگایا جا رہا ہے۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ جو اوقاف اور فاؤنڈیشن شرعی مقاصد کے مطابق خرچ کریں اور غلط طریقوں سے بے جا مصارف میں وہ خرچ نہیں ہو رہا تو ان فاؤنڈیشن پر ایسے اوقاف پر ٹیکس لگانا ایک فلاحی ریاست کی روح کے خلاف ہے۔ یعنی اوقاف کے معانی یہ ہیں کہ وہ ساری چیزیں ملک و ملت کی عمومی

فلاح پر خرچ کی جائیں گی ۔ اب جو فوجی فاؤنڈیشن اور مثال کے طور پر ایسے ادارے ہیں جو ٹرسٹ ہیں ان پر شرعاً میرے خیال میں اوقاف ٹیکس نہیں لگانا چاہیئے کیونکہ اس کی ساری کی ساری آمدنی شخصی منافع میں نہیں جا رہی ہے۔ ملک و ملت کی سماجی اور فلاحی کاموں میں خرچ ہو رہی ہے ۔

ویلتھ ٹیکس | اسی طرح ویلتھ ٹیکس جو ہے تو ویلتھ ٹیکس میں جو کرائے کا مکان ہے شرعاً اس پر بھی ٹیکس نہیں لگانا چاہیئے ۔ اس کی آمدنی پر زکوٰۃ تو خود بخود آئے گی لیکن مکان کی مکانیت کے حساب سے اس پر ویلتھ ٹیکس نہیں ہونا چاہیئے تھا ۔

کہا جاتا ہے کہ صنعت پر لوگ خرچ کر نہیں رہے ہیں مکانات بنائے جا رہے ہیں تو ہم اثباتی پہلو کیوں نہیں ڈھونڈتے کہ جو کاروبار شریعت کے مطابق ہوں ، ملک و ملت کے حق میں جائز ہوں تو اس کو فروغ دیں کہ لوگ اس پر سرمایہ کاری کریں۔ جب لوگوں کو صحیح کاروبار کا راستہ نہیں ملے گا تو وہ یہی سلبی طریقے اختیار کریں گے ۔ اور آپ ان پر غیر شرعی طریقے سے ٹیکس لگائیں گے۔

مشنری عیسائی سرگرمیاں | آخر میں م ۔ ش (میاں محمد شفیع صاحب) کی اس تجویز کی تائید کرتا ہوں کہ مشنری سرگرمیوں پر بھی کڑی نگاہ رکھی جائے لا اکراہ فی الدین کا معنی یہ نہیں ہے کہ لوگ گلیوں کوچوں میں پھرتے رہیں اور مسلمانوں کو کافر بناتے پھریں ۔ لا اکراہ فی الدین کا مطلب یہ ہے کہ جو پہلے سے جس مسلک کو اختیار کر چکا ہے ۔ اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا ۔ لا اکراہ فی الدین کا نمونہ اس ایوان میں ہے کہ اس میں ہمارے ہندو بھائی بھی ہیں ، عیسائی بھائی بھی ہیں لیکن لا اکراہ فی الدین کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ سڑکوں پر پھرتے رہیں اور مسلمانوں کو مرتد بناتے رہیں کسی مسلمان کا دین کو چھوڑنا اسے شریعت میں ارتداد کہتے ہیں اور ارتداد کی سزا متفقہ طور پر قتل ہے ۔ تو مشنری سرگرمیاں جو ہیں ان پر نگاہ رکھی جائے ۔ کوئی مسلمان اس کی زد میں نہ آئے ۔ چونکہ وقت کم ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جناب چیئرمین | جی ہاں جناب وقت ہے ہی نہیں یہ کم کی بات نہیں ہے ۔ میں تو شکریہ ادا کر رہا ہوں ۔

محمد اسلم قریشی | کئی دنوں کے بعد جناب وقت ملا ہے ۔ تو میں نے ایک گذارش مولانا محمد اسلم قریشی کے سلسلے میں کل بھی ہمارے قاری سعید الرحمٰن نے بھی یہی گذارش کی تھی ۔ اور اس پر تحریک التوا بھی میں نے پیش کی تھی ۔ اس کو صرف سیاسی مسئلہ سمجھا جائے ۔ اور خدانخواستہ اس کو مذہبی رنگ دے کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ڈاکٹر سٹیفن پی لال | پوائنٹ آف آرڈر جناب ۔ جناب کیا اہل کتاب کو مرتد اور کافر کہا جا سکتا ہے ۔

مولانا سمیع الحق | میں نے انہیں مرتد نہیں کہا میں نے کہا ہے کہ کوئی مسلمان اسلام چھوڑ دے تو وہ مرتد ہوتا ہے ۔ مرتد کا معنی ہے واپس لوٹنے والا ۔ یعنی کوئی مسلمان اسلام سے واپس نہیں ہو سکتا ۔ تو یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔

ٹیکنالوجی میں مہارت
آزادی کی ضمانت!
آج کی دنیا میں دفاعی قوت کا سرچشمہ سائنس
اور ٹیکنالوجی ہیں۔
جدید علوم پر دسترس حاصل کئے بغیر کوئی قوم بین الاقوامی
برادری میں عزت اور وقار کے منصب پر فائز نہیں ہوسکتی۔
آج سے ۳۶ سال پہلے ہم نے جو آزادی حاصل کی تھی
اس کی حفاظت ہمارا فرض اولین ہے۔ اس یوم آزادی پر پاکستان
آرڈننس فیکٹریز کے تمام کارکن عہد کرتے ہیں کہ اپنے تمام ذرائع
کو جمع کر کے اور جدید ترین ٹیکنالوجی کو بروئے کار لا کر ملک کے دفاع
کیلئے مسلح افواج کو بہترین سامان حرب فراہم کریں گے۔
پاکستان پائندہ باد۔
پاکستان آرڈننس فیکٹریز
— مسلح افواج کی دفاعی قوت کا ذریعہ
manhattan international
PID (Islamabad)

دوسری قسط

از پروفیسر سید حبیب الحق ندوی - ڈربن یونیورسٹی، جنوبی افریقہ

اسلام اور مستشرقین

ازمنۂ وسطیٰ سے نشاۃ ثانیہ تک مستشرقین کا سفر

دانتے اٹلی کا معروف شاعر، ازمنۂ وسطیٰ اور نشاۃ ثانیہ کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا ہے، دانتے (۱۲۶۵ء سے ۱۳۲۱ء) نہ صرف اٹلی کی نشاۃ کا جدامجد ہے، بلکہ یورپ میں نشاۃ ثانیہ کا پیامبر بھی ہے۔ اس کی معروف و شہرۂ آفاق نظم (THE DIVINE COMEDY) کو نشاۃ کا چراغ راہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس نظم کی تدوین و تاسیس میں دانتے نے آں حضرتؐ کی احادیث معراج سے استفادہ کیا ہے۔ میڈرڈ یونیورسٹی میں شعبۂ عربی کے استاذ پلاسیوس (PLACIOUS) نے ۲۵ سالہ ریسرچ اور جانکاہ و دیدہ ریز محنت کے بعد یہ ثابت کر دیا کہ دانتے نے اس نظم کی تدوین میں نہ صرف معراج کی احادیث سے استفادہ کیا ہے بلکہ ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور المعری کی رسالۃ الغفران سے بھی استفادہ کیا۔ دانتے نے علوم اسلامیہ اپنے اطالوی استاد برونیلو (BRUNELLO LATINT) سے جو عربی زبان کا ماہر تھا حاصل کئے۔ نظم کی ترتیب میں فتوحات مکیہ کی نقل کی۔ یورپ میں احادیث معراج پر خاصا مواد موجود تھا۔ پیرس کی لائبریری میں احادیث معراج پر مخطوطات بھی موجود تھے۔ پروفیسر منارٹ نے اپنی کتاب زیر عنوان "بارہویں اور تیرھویں صدیوں میں مطالعۂ اسلام" میں ان فرانسیسی مسودات کے نام تک گنائے ہیں جہاں تک دانتے کی رسائی ممکن تھی۔ غزالی کی الدرۃ الفاخرہ اور معراج نامہ تک دانتے کی رسائی تھی۔

کتاب المعراج کے لاطینی اور فرانسیسی تراجم اس وقت تک موجود تھے اور دانتے کی پیدائش (۱۲۶۵ء) سے پچاس سال قبل ۱۲۰۶ء میں شائع ہو چکے تھے۔ (PROFESSOR CERULLI) کا اصرار ہے کہ نظم کی تدوین میں دانتے نے ان ہی مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس مستشرق نے جو علوم اسلامیہ میں دخل رکھتا تھا۔ اسلام اور آں حضرتؐ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے پیغمبر اسلامؐ کو جہنم میں مبتلائے عذاب دکھایا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے عیسائیت میں پھوٹ ڈالی۔ وہ تفریق مذہب کے مجرم بنے۔ شاعر کی دریدہ دہنی کا یہ عالم ہے کہ آں حضرتؐ کو مثلہ کردہ زیر عذاب دکھاتا ہے۔ یہ اصحاب قدسیہ مسخ شدہ صورتوں میں زیر

عذاب میں۔ اور ان کا جرم کبیرہ یہ تھا کہ انہوں نے مذہب میں افتراق پیدا کیا۔ انفرنو (INFERNO)
کے کینٹو ۲۸ CANCO28 میں دانتے رقمطراز ہے۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)

Behold, how mutiloted ... in front
of me the weeping ... goes his face cleft through
from forelock to the chin ... that you see
about Tomentors were of discord and of schism and
that is why they are so gashed as under.

(دی ڈوائن کمیڈی، ترجمہ ال۔ گرانٹ وہائٹ۔ نیویارک ۱۹۴۸ء انفرنو کینٹو ۲۸)

دانتے پر صلیبی جنگوں کی ناکامی و شکست کا ایسا اثر تھا کہ اس نے سارے یورپ کو اپنی شعری قوت سے ہلا دیا۔ ایک طرف پیغمبر اسلام کے ساتھ بدسلوکی کا مظاہرہ کیا۔ دوسری طرف فاتح قدس صلاح الدین ایوبی کو بھی اس نے جہنم میں منافقین کے ساتھ مبتلائے عذاب دکھایا (ملاحظہ ہو کینٹو ۴ (INFERNO)) اسلام دشمنی کے اس مظاہرہ کے بعد دانتے نے صلیبی شہسواروں اور شہدا کو جنت میں فرحاں و شاداں دکھایا۔ کیونکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرنے کے لیے شہید ہوئے تھے جنت (PARADISO) کینٹو ۱۸ میں دانتے ان کی شادمانی کا ذکر کرتے ہوئے نام بنام خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو

...nsin-on-my eyes saw passing on the cross
William of Orange and stout Renoat Duke Godfrey
de Bouillon and Robert Guiscard. [1]

---

[1] دانتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید معلومات کے لیے راقم حروف کی دو کتابیں پیش نظر ہیں۔ (الف) فلسطین اور بین الاقوامی سیاست (جامعہ کراچی ۱۹۶۷ء) صفحات ۸۱۔۵۷ تا ۹۱۔۵ اس حصہ میں دکھایا گیا ہے کہ معراج اور سیرۃ علم جزو لاینفک ہیں یورپ کی نشاۃ ثانیہ پر معراج کے کیا اثرات مرتب ہوتے؟ دانتے نے ابن عربی سے کیا کچھ لیا ہے؟ اس کا نصی تقابل، کامیڈی میں جنت و جہنم وغیرہ کے نقشے ابن عربی سے مستعار لیے گئے۔ ان کا نقشہ جاتی تقابل وغیرہ وغیرہ۔

ب۔ فکر و فن (جامعہ ڈربن) ۱۹۸۱ء (اردو، عربی اور فارسی مقالات کا مجموعہ) ملاحظہ ہوں از ۵۸ تا ۸۴ صفحات زیر عنوان دانتے کی کامیڈی پر اسلامی اثرات ص ۹۵ تا ۱۱۲ بھی ملاحظہ ہوں۔ زیر عنوان جرمن شاعر لیسنگ کا منظوم ڈرامہ "ناتھن دانا"۔

ان اشعار اور نظموں نے مغربی جذبات میں آگ لگا دی۔ اور نشاۃ ثانیہ کے دور میں جب رواداری، اخوت اور روشن خیالی کی تحریکات سر اٹھا رہی تھیں۔ دیگر مذاہب کے ساتھ انصاف کا مطالبہ ہو رہا تھا مستشرقین کا رویہ اسلام کی جانب علیٰ حالہ قائم رہا۔ ۱۳۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک کا زمانہ نشاۃ ثانیہ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ نشاۃ کے بعد دوسری طاقتور تحریک جو یورپ میں اٹھی وہ رومانی تحریک ۱۷۵۰ء سے ۱۸۲۰ء تھی جس نے یورپ کی روایات کہنہ کو چیلنج کیا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا۔ نئے خیالات پر مبنی انقلاب انگیز تحریکیں چلتی رہیں۔ رومی اور یونانی تہذیب سے آزادی حاصل کر کے خود مغربی تہذیب کی داغ بیل ڈالنے کی زبردست تحریک چلی۔ مذہبی تقشف و تعصب کے خلاف نئے مکاتب فکر وجود میں آئے۔ مگر اسلام کے متعلق مستشرقین کے رویہ میں بال برابر فرق نہیں آیا۔ نشاۃ ثانیہ کا پورا دور مڈل ایجز یعنی ازمنۂ وسطیٰ کے خرافات کے زیر اثر رہا۔ وہی افسانوی اور دیومالائی تعبیر و تفسیر اسلام کا مقدر تھا۔ چونکہ نشاۃ ثانیہ کے مصادر لاطینی مصادر (LATIN CHRONICLAS) تھے اس لئے ان سے رستگاری ممکن نہ تھی۔ ہر روایت پر صلیبی اور بزنطینی چھاپ پڑی ہوئی تھی۔ یہی مصادر آخری سند کی حیثیت رکھتے تھے۔

سوانح محمدؐ میں یہی لکھا گیا کہ آپ الحاد اور بے دینی کے ملزم تھے۔ آپ نے عیسائیت میں تفریق پیدا کی آپ کو کاذب قرار دے کر اسلام کو عیسائیت کا ازلی دشمن تصور کیا گیا۔ خود مسیحی طبقات میں کشمکش شروع ہو گئی۔ رومن کیتھولک چرچ نے پروٹسٹنٹ چرچ پر اسلام دوستی کا الزام لگایا۔ اور انہیں اسلام کا ہمدرد قرار دیا دونوں فرقوں کے درمیان یہ مسئلہ موضوع نزاع بن گیا۔ اس پورے عہد میں آں حضرتؐ اور اسلام کے لئے نجس الفاظ استعمال کئے گئے۔ جو مڈل ایجز کا امتیازی نشان تھا۔ آں حضرتؐ کے لئے رذیل الفاظ مثلاً کاذب

[illegible] impostor, lying, deceiver, [illegible]

[illegible]

وغیرہ عام تھے۔ بعض مستشرقین نے علوم اسلامیہ کے مطالعہ کو تضییع اوقات قرار دیا۔ بعض نے لکھا کہ محمدؐ کا نام سنتے ہی خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سترھویں صدی کے بعد مغربی استعمار کا ظہور اور مصلحت بینی کی تحریک

سترھویں صدی عیسوی نے مستشرقین کے سامنے نئے نئے مسائل کھڑے کر دئے۔ یہ صدی عروج استعمار کی صدی تھی۔ عالم اسلام عموماً انگریز، فرنچ، ڈچ وغیرہ کے پنجۂ استبداد میں آچکا تھا۔ اس طرح مغربی اقوام براہ راست اسلام سے ٹکرائیں مسلم کلچر اور علوم اسلامیہ سے ان کا سابقہ ہوا۔ مستشرقین سیاح ان ممالک کا دورہ کرنے لگے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ تمام لاطینی اور بزنطینی روایات کی ضد تھی۔ اس تضاد نے مستشرقین کے سامنے سوالیہ نشانات کھڑے کر دئے۔

اس اثنا میں استعماری قوتوں نے مثلاً برطانیہ، فرانس اور ڈچ وغیرہ نے سیاسی، معاشی لوٹ مار کے ساتھ اسلامی علوم و فنون، مسودات و مخطوطات کے نادر نسخوں کی بھی لوٹ مار کی۔ اور تمام عالم اسلام سے اسلامی گنجہائے گراں مایہ اور صدیوں کی علمی و فکری کاوشات کے خزینے اڑا کر لندن اور پیرس اور ہالینڈ لے گئے۔ اور اپنے کتب خانوں اور میوزیم کی زینت بنا ڈالی۔ آج بھی ان نوادرات کی نمائش یورپ میں ہو رہی ہے۔ جہاں ناظرین صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

پیرس میں ۱۹۷۳ء کی بین الاقوامی مخطوطات کی نمائش دیکھ کر راقم سطور انگشت بدنداں تھا۔

مستشرقین اب نئے مصادر اسلامی سے دوچار ہوئے۔ عربی زبان پڑھنے اور پڑھانے کی تحریک چلی۔ کیونکہ اس کے بغیر ان مصادر تک رسائی ممکن نہ تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ کیمبرج، آکسفورڈ، پیرس اور لندن میں عربی کے شعبے کھلے۔ ۱۶۴۹ء میں قرآن کریم کا انگریزی اور فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔ سترھویں صدی کی سب سے طاقتور تحریک روشن خیالی کی تحریک تھی جس نے غیر عیسائی مذاہب و عقائد کے منصفانہ مطالعہ پر زور دیا گیا۔ ان تحریکات کے دباؤ میں بعض مستشرقین نے بھی اسلام پر نظرثانی یا ازسر نو تجزیہ کی دعوت دی۔ اور اسلام کو سمجھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اب مستشرقین کے سامنے تین اہم مصادر تھے۔

۱۔ ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) کا روایتی مواد (تاریخ و سوانح وغیرہ) نیز لاطینی مصادر گرانکل وغیرہ۔

۲۔ اسلامی اور عربی مصادر جو استعمار کے ذریعہ دستیاب ہوئے۔

۳۔ مغربی سیاحوں کے سفرنامے جو انہوں نے مسلم ممالک کے دورے اور سیاحت کے بعد مرتب کئے۔

مستشرقین کی تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی یہ دیکھ کر حیرت زدہ اور ششدر رہ جاتا ہے کہ ان تمام تحریکات اور نئے مصادر کا کوئی اثر مستشرقین کے رویہ پر نہیں پڑا۔ نہ ہی ازمنہ وسطیٰ کی روایات سے گلوخلاصی ہو سکی۔ وہ اب بھی لاطینی روایات کے اسیر رہے۔

یورپ میں اب مزید انتشار پھیلا۔ کیونکہ سیاحوں کے سفرنامے لاطینی اسکالرشپ کے خرافاتی نقشے سے بالکل مختلف تھے۔ آں حضرت ﷺ کے بارے میں ایک دوسرا اور مضحکہ خیز افسانہ گھڑا گیا۔ یعنی محمد ﷺ ہرقل کی فوج میں باغی تاجروں کے قائد تھے۔ اور عربوں کے باغی گروہ کے کیپٹن بھی تھے۔ اگر ایران پر حملے کے وقت محمد ﷺ نے ہرقل کی فوج کا ساتھ دیا۔ انگریز فلسفی راجر بیکن (R. BACON) نے آں حضرت ﷺ کو من جیث جادوگر پیش کیا اور اپنے مقالات بالخصوص OF BOLDNESS میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں خرافات وضع کیں۔

زمانہ سفر کرتا گیا۔ وقت آگے بڑھتا رہا۔ مگر مستشرقین رجعت قہقری کرتے رہے۔ یورپ میں جدید دور

کا آغاز ہوا۔ " جاگو ہوا سویرا " کی اذان دی گئی۔ مارٹن لیوتھر کی قیادت میں چرچ اور خرافاتی رسم و رواج کے خلاف ایک قیامت برپا ہوگئی۔ خیال تھا کہ جدید یورپ میں اصلاحات کا مفکر اعظم مارٹن لیوتھر اسلام کے بارے میں شاید نرم رویہ اختیار کرے۔ اس کے بالکل برعکس اس نے اسلام اور مسلمانوں کو حق کا دشمن گردانتے ہوئے اسلام کو ترکوں کا مذہب قرار دے دیا۔ چونکہ مارٹن کا سارا حملہ چرچ اور پوپ کے خلاف تھا۔ اس لئے اس نے آنحضرتؐ کو پوپ سے بھی زیادہ بدتر قرار دیا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ اسلام کا گہرا مطالعہ کیا جائے۔ اور اس امر کی تحقیق کی جائے کہ آیا اسلام اور محمدؐ حضرت عیسیٰؑ کے آخری دشمن تھے۔ تاکہ یہ مسئلہ حتمی طور پر طے ہو جائے۔ کہ اسلام اور محمدؐ ہی مارٹن کے خیال میں مذہب عیسائیت کی بربادی کے ذمہ دار تھے۔ لیوتھر نے آنحضرتؐ کو گاگ اور میگاگ (GOG — MAGOG) کا خطاب دیا۔

چونکہ مستشرقین کا خانوادہ چرچ کا پروردہ تھا (یہ روایت ہنوز جاری ہے) اس لئے مذہبی نفرت ان کی اسکالرشپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس کو اسکالرشپ کہنا اسکالرشپ کی توہین ہے۔ یہ سارا ریسرچ مواد درحقیقت مشنری پروپیگنڈا تھا۔ چند مثالیں کافی ہیں۔

سترھویں صدی کے نامی مولف بڈول (BEDWELL) متوفی ۱۶۳۲ء نے اپنی تالیف " محمد کا فریب " (MAHAMMEDL S LMPOSTURES) میں آنحضرتؐ کے ساتھ نہایت گستاخی کی۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے واضح ہے۔ (GENEBARD) نامی کیتھولک مولف کا سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ محمدؐ نے قرآن کی تالیف کسی مہذب زبان مثلاً لاطینی، عبرانی، اور یونانی میں نہیں کی۔ بلکہ ایک وحشی زبان میں کی۔ چونکہ محمد خود (العیاذ باللہ) جانور BEAST تھے۔ اس لئے قرآن کو بھی جانوروں کی زبان میں تحریر کیا۔

اینڈرڈ ری (ANDRE DU RYER) نے چند عربی کتب کے انگریزی ترجمے کئے۔ ساتھ ہی ۱۶۴۹ء میں قرآن کا انگریزی اور فرانسیسی ترجمہ بھی پیش کیا۔

جدید تحریکات کے زیر اثر سترھویں صدی میں اسلام کو سمجھنے کا جذبہ ضرور پیدا ہوا۔ مگر لاطینی، خرافاتی روایات سے گلوخلاصی کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ بعض روشن خیال اسکالرس نے وقتاً فوقتاً روایتی ڈگر سے ہٹنے کی ناکام کوشش کی۔ ان میں آکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر پیکاک (EDWARD PEACOKE) متوفی ۱۶۹۱ء تھا۔ موصوف نے چند عربی کتب کے ترجمے کئے۔ نیز حقیقت اور افسانہ یا تحریفات کے درمیان فرق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے سیرت محمدؐ پر نظر ثانی کی۔ اور بعض افسانوں کو مسترد کر دیا۔ اٹلی کا پادری مستشرق (ABB) LOUISMARACCI نے قرآن کا لاطینی ترجمہ کیا اور اپنی تالیف پرو ڈمس PRODOMUSAD (REFUTATIONEM) میں اسلام پر زبردست حملے کئے۔ آنحضرتؐ کو واضح الفاظ میں

نبی کاذب قرار دیا۔ سترھویں صدی میں الیکزینڈر راس (ALEXANDER ROSS) نے اپنی تالیف پنڈیبلیا (PANDEBLIA) ۱۶۵۳ء میں جو تقابل ادیان پر لکھی گئی تھی۔ لاطینی خرافات سے ہٹ کر ایک راہ نکالی۔ اور اسلام کے بارے میں پہلی بار نسبتاً اچھے کلمات استعمال کئے۔ انگریزی چیپلین یا پادری (CHAP LAIN) مسمی ایڈیسن (LANOLOi ADDISON) نے حیات و موت محمد (LIFE AND DEATH OF MUHAMMAD) کے زیر عنوان اپنی کتاب ۱۶۶۸ء میں لندن سے شائع کی۔ مگر اس کے مصادر حسب معمول لاطینی خرافات تھے آنحضرت کے خلاف مولف کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے خود اپنی زندگی میں اپنی کتاب قرآن کو شائع نہیں کیا۔ ۱۶۹۷ء میں ناروچ کا ڈین DEAN OF NARWICH مسمی ہمفری نے آنحضرت کی سوانح لکھی۔ اور آپ کو نبی کاذب (LMPOSTER) قرار دیا۔ مؤلف نے اعتراف کیا کہ وہ ازمنۂ وسطیٰ کے مولف ریکاڈو (RICADO) سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ ہمفری کی کتاب تقریباً ایک صدی تک مستشرقین کے لئے حوالہ کا کام دیتی رہی۔ کتاب کا مرکزی مضمون اسلام کو فراڈ ثابت کرنا تھا۔

اٹھارھویں صدی بیسوی میں سیاسی مفادات کے زیر اثر تمام نہاد اسلامی لٹریچر کی افزائش

سابقہ صدیوں کے مقابلہ میں اٹھارہویں صدی میں اسلام پر زیادہ لٹریچر تیار ہوا۔ اس میں سیاسی مفادات کا دخل زیادہ تھا۔ مگر مجموعی طور پر اٹھارھویں صدی بھی لاطینی روایات اور ازمنۂ وسطیٰ کے عقائد کی زد میں رہی۔ سب سے پہلا واضح مستشرق اپچ۔ ریلان نے آنحضرت کی جانب رویہ میں تبدیلی کی۔ اپنی معروف تالیف "مذہب محمدؐ" (DE RELIGIONE MAHOMMEDICA) ۱۷۰۵ء میں اس نے ازمنۂ وسطیٰ کے خرافات سے رہائی کی کوشش کی۔ اور اسلام اور محمدؐ کے ساتھ انصاف کرنے کا مطالبہ کیا۔ غالباً یہ پہلا مستشرق تھا جس نے رواداری کا مطالبہ کیا۔ اس نے پہلی بار یہ تحریک چلائی کہ مشرق کو اس کے اپنے مصادر و مراجع کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا۔ یہ مطالبہ یقینی طور پہ پہلا مطالبہ تھا کہ اہل مغرب کے بجائے خود مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ اپنے مذہب و کلچر کی تفسیر و تشریح کریں۔ اور اہل مغرب کے افہام و تفہیم کا ذریعہ نہیں۔ مذہب کو اس کے مخالفین ہمیشہ مسخ کرتے ہیں۔ مولف نے واضح الفاظ میں تحریر کیا کہ یورپ میں اسلام کے علاوہ شاید ہی کوئی دوسرا مذہب اس قدر تشنیع کا شکار ہوا ہو۔

مولف نے اس امر پہ بھی اصرار کیا کہ اہل اسلام کو کما حقہ سمجھنے میں خود عیسائیت کا فائدہ ہے۔ اور یہ افہام و تفہیم دوستی کے ذریعہ ممکن ہے۔ دشمنی کے ذریعہ نہیں۔ عیسائیوں کا غرور اسی طرح کم ہو سکتا ہے اور ان کے اندر شکر ایزدی کا جذبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے عیسائیت جیسے مذہب کی نعمت سے ہمیں سرفراز کیا۔ ریلان درحقیقت پہلا مستشرق تھا جس نے اسلام کے ساتھ تاریخی انصاف کا مطالبہ کیا۔

اس تحریک کا اثر دیرپا تھا۔ بعض مولفین ان خیالات سے متاثر ضرور ہوئے۔ مثلاً کاؤنٹ (COUNT DE BOULAINVILLIERS) نے اپنی کتاب VIE DE MAHOMET (لندن ۱۷۳۰ء) میں اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیا۔ لیکن اس کے خلاف حملے شروع ہو گئے۔ اور اس پر مسیحیت کی تحقیر کا الزام بھی لگایا۔ ناقدین کے مطابق یہ کتاب اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب پہلی دوستانہ کاوش تھی۔ جو کبھی یورپ میں ظاہر ہوئی۔

مولف نے اسلام کو پہلی بار ایک عقلی مذہب (RATIONAL RELIGION) قرار دیا۔ اور آں حضرت صلعم کو نبی تسلیم کر لیا۔ یہ اقدام تمام سابقہ مسیحی اور یہودی مستشرقین کے معاندانہ مزاج کے خلاف تھا۔ اس میں نہ صرف تثلیث، کفارہ اور لاہوتی خرافات کی نفی تھی بلکہ نشاۃ ثانیہ جیسے روشن خیال دور کی اسلام دشمنی کے خلاف بھی پہلی صدائے بازگشت تھی۔ یہ رویہ مستشرقین کے لئے ناقابل قبول تھا۔ اس کے خلاف تحریک چلانے کی ضرورت پڑی تاکہ یہ خیالات یورپ میں جڑ نہ پکڑ سکیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ جارج سیل اور والٹیر کے معاندانہ جذبہ میں شدت پیدا ہوئی۔ سیل نے بڑی چابکدستی کے ساتھ آنحضرت صلعم کو نبی کاذب اور اسلام کو فاسد مذہب FALSE RELIGION قرار دے دیا۔ جین گگنیر (JEAN GAGNIER) نے دو کتابیں تالیف کیں۔ ایک ۱۷۳۳ء میں اور دوسری ۱۷۴۸ء میں منظر عام پر آئی۔ ان دونوں کتب کا مقصد بولین ولیرز کی تالیف کی تاثیر کو کم کرنا تھا۔ بلکہ بولین ولیرز کی تالیف کے مقابلہ میں نئی تالیف محمد (VIE DE MAHOMET) پیش کی جو اسی نام سے ۱۷۴۸ء میں نمودار ہوئی۔ کتاب کے مقدمہ میں بدبخت مولف نے آنحضرت صلعم کو نہ صرف انسانیت کا بدترین دشمن بلکہ خدا کا بھی دشمن قرار دیا۔ چونکہ روشن خیالی، انصاف اور حدیث پسندی کا دباؤ بھی یورپ پر بڑھتا جا رہا تھا۔ اس لئے بعض مولفین نے ان سے متاثر ہو کر چند کلمات خیر عرض کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔ اس ضمن میں سیوری (SAVERY) نامی مولف کا ذکر کافی ہے۔

موصوف نے ۱۷۵۲ء میں قرآن کا فرانسیسی ترجمہ پیش کیا۔ اور اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح بھی لکھی۔ آنحضرت کے لئے نرم الفاظ استعمال کئے۔ اور آپ کو تاریخ کی غیر معمولی شخصیت بھی قرار دیا۔ مگر وہ ازمنہ وسطیٰ کی گرفت سے اپنے آپ کو آزاد نہ کر سکا۔ اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور قدیم نظریہ کی تائید کی۔ کہ محمد نے یہودیت اور عیسائیت سے عقیدہ توحید کو مستعار لے کر مذہب اسلام کی داغ بیل ڈالی۔

ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON) کا نام محتاج تعارف نہیں۔ زوال روما کی تاریخ پر چھ جلدیں لکھ کر موصوف نے آفاقی شہرت حاصل کی۔ اور انگریزی تاریخ نویسی کے معمار بن گئے۔ ۱۷۸۰ء میں کتاب

مذکور کے پچاسویں باب میں اسلام اور محمدؐ کے بارے میں نہایت دلسوز رائے کا اظہار کیا۔ رواداری کے دعویٰ کے باوجود آنحضرتؐ کو نبیِ کاذب (LMPOSTER) کا خطاب دیتے ہوئے لکھا کہ آں حضرتؐ آخری ایام میں شہوت اور لالچ، جاہ طلبی اور بوالہوسی (IUST AND AMBITION) سے مغلوب ہو گئے۔ محمدؐ ظلم فراڈ اور ناانصافی کا مجسمہ تھے۔ اسلام ان ہی ذرائع سے پھیلا۔

یہ تھی اس روشن خیال مؤلف اور مورخ کی رائے جس نے رومۃ الکبریٰ کی تاریخ نویسی پر ربع صدی صرف کی اور نہ صرف رومابلکہ اس سے متعلق تمام معلوم اقوام کے احوال لکھے جن کا تعلق حکومت رومی سے رہا۔ اس میں اسلام اور مسلمان سب سے نمایاں تھے۔ کیونکہ اہل روما سے ان کا ٹکراؤ ہوا تھا۔

اٹھارہویں صدی کی دوسری عظیم شخصیت جو انقلاب فرانس کے بانیوں میں سے ایک ہے وہ والٹیر (VOLTARE) کی شخصیت ہے (۱۶۹۴ء ۱۷۷۸ء) والٹیر فرانسیسی آسمانِ فکر کا تابندہ ستارہ اور مصلحین کا پیامبر تھا۔ اٹھارہویں صدی پر اس کے افکار کی کارفرمائی بلکہ سلطانی قائم رہی۔ مگر والٹیر جیسا مفکر اسلام اور محمدؐ کے خلاف اپنی نفرت کو چھپا نہ سکا۔ اس نے اپنے ڈرامہ (PLAY) دینِ محمدؐ مسمّیٰ (LE FANATLSME OU MAHOMAT LAPROPHETS) میں ۱۷۴۲ء میں منظر عام پہ آئی۔ اسلام کے خلاف نفرت وحقارت کا اظہار کیا۔ اس نے یورپ کے ان تمام مستشرقین کی شدت کے ساتھ مذمت کی جنہوں نے اسلام اور محمدؐ کی جانب نرمی کا رویہ اختیار کیا۔ یا انصاف کا مطالبہ کیا۔ اس نے آں حضرتؐ کو نبیِ کاذب (JMPOSTER) اور اسلام کو وحشی اور فاسد مذہب FALSE BARBAROUS RELLSTON سے موسوم کیا۔ اس نے اپنے ڈرامہ کو پوپ (POPE BEHEDICT XTV) کے نام منسوب کر دیا اور اس کے مقدمہ میں اسلام کے خلاف خوب زہر اگلا۔ مسلمانوں کو درندہ، جنگلی اور وحشی قوم (BARBAROUS SECT) کا خطاب عطا کیا۔ اپنے مقالات کے مجموعہ (۱۷۵۶ء) میں بھی والٹیر نے آں حضرتؐ اور اسلام کے خلاف نفرت کا مظاہرہ کیا۔ مجموعۂ مقالات (ESSAL SUR LES MOEURS ET L' DES MATION) میں اس نے آنحضرتؐ کو برطانوی سیاست دان کرام ول (CROMWOL) کی عیاری سے تشبیہ دی ہے۔ والٹیر نے لکھا ہے کہ آں حضرتؐ کی پوری دعوت میں اسے کوئی نئی بات نظر نہیں آئی۔ اس کے سوا کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

والٹیر کی شخصیت اور تالیفات کا گہرا اثر مستشرقین پر پڑا۔ ان میں ایک ڈیڈراٹ (DIDERAT) ہے جس نے آنحضرتؐ کی گھناؤنی سیرت پیش کی اور آپ کو عقلیت (REDSON) کا دشمن اور عورتوں کا دلدادہ ثابت کیا۔ فرانسیسی مستشرق رنان (۱۸۳۲ء تا ۱۸۹۲ء) (RENNAN) نے بھی

باقی ص ۹۱ پر

مکتوب بنگلہ دیش بنام مدیر

از مولانا امین الحق محمودی کشور گنج بنگلہ دیش

بنگلہ دیش میں عیسائی مشنری سرگرمیاں

بنگلہ دیش کو مختلف قسم کی پریشانیاں لاحق ہیں۔ ان میں سے تعلیم اور زراعت کا مسئلہ اہم ترین ہے عام طور پر جہالت غالب ہونے کی وجہ سے یہ سب مشکلات درپیش ہیں مسلمانوں کے ہر ہر فرد کو چاہیئے کہ ان مشکلات پر غور کریں اور حل کرنے کی کوشش کریں۔ یہاں کا اقتصادی حال بھی ناگفتہ بہ ہے کوئی مال کے پہاڑ بنا کر عیاشانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور نیچے والے طبقات کس طرح ایام گذار رہے اس طرف دیکھنے کی نہ ان کو خواہش ہے اور نہ فرصت۔ نیچے والے طبقات چاہے مریں یا جئیں اس سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ اس قسم کے لوگ یہاں پانچ فیصد ہیں اور بقیہ ۹۵ فیصدی جہالت اور مسکنت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہے۔ اوپر والے طبقات روز بروز ترقی کر رہے ہیں اور ماتحت طبقات اس کے برعکس تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ ان کو نہ تو رہنے سہنے کا کوئی ٹھکانہ ہے۔ جہاں جگہ ملی وہی پناہ لیا۔ ریل اسٹیشن بس اسٹینڈ۔ لانچ ٹرمینل۔ راستہ گھاٹ میں ڈیرہ ڈالے ہوئے اور نہ ان کے کھانے کا کوئی انتظام ہے۔ ہوٹل سے جو باسی سڑی ہوئی چیزیں پھینکی جاتی ہیں اسے اٹھا کر بھوک کو رفع کرتے ہیں۔ مسلمان قوم اپنے چوپائے جانور کو جس قدر محنت اور عزت سے پالتے ہیں اس اشرف المخلوقات کو اس کا ایک فیصدی بھی عزت نہیں ملتی۔ ان کی اولاد بھی بڑے خطرات سے دوچار ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بوڑھے در بدر پھر کر بھیک مانگ کر گذارہ کرتے ہیں ان کے نوجوان تو جس طرح بھی ہو گذار لیتے ہیں لیکن لڑکیوں کا مسئلہ بڑا سنگین ہے وہ تو نہ باعزت کسی کام کے لائق ہوتی ہیں۔ بلکہ عموماً وہ فحش کاموں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کو راہ راست پر لانے کا ذمہ دار کون ہے؟ بلکہ ان کو انسانیت کے درجہ میں لانے کے لئے ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے۔

یہ لوگ صرف حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرکے اپنا ایمان وعقیدہ کو بھی کھو بیٹھے ہیں۔ مذہب اور ملت سے ان کا کوئی رابطہ نہیں۔ بنگلہ دیش میں بھی اسلامی محاذ موجود ہے۔ مگر کوئی محاذ بھی ان کی تہذیبی وتمدنی فکر نہیں کر رہا۔ یہاں کے علماء اور آئمہ مساجد بھی ان سے تغافل برت رہے ہیں۔ ایسے نازک حالات میں عیسائی مشنری کو سنہری موقعہ مل گیا ہے وہ لوگ کروڑوں روپے خرچ کرکے رہائش کے مکانات اسکول کالج تیار کرکے یتیم نادار لوگوں کی خدمت گذاری کرکے ان کو مرتد بناتے جا رہے ہیں۔ بنگلہ دیش میں تقریباً دو لاکھ مساجد موجود ہیں۔ ان

مساجد کو مرکز بنا کر اپنے نادار دوست احباب بھائی برادر پڑوسی لوگوں کی خدمت گذاری کر کے ان کو دین کے بارے میں واقفیت کرانے سے چونکہ ہم عاجز ہیں تو کیا اس سے ہماری قومیت و ملت برقرار رہے گی؟ نتیجۃً ہر سال ہزارہا مسلمان عیسائی اور مرتد بنتے جا رہے ہیں مندرجہ ذیل اعداد سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کس تیز رفتاری سے یہاں کے لوگ مرتد بن رہے ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں مرتدین ایک لاکھ سات ہزار تھے اور ۱۹۶۱ء میں وہ تعداد بڑھ کر ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۷۴ء کی مردم شماری میں دیکھا گیا کہ عیسائی مرتدین کی تعداد ڈھائی لاکھ ہے۔ راج شاہی ضلع میں ۱۹۵۹ء میں عیسائیوں کی تعداد گیارہ ہزار سات سو اور ۱۹۷۴ء میں نصف لاکھ آٹھ سو تک پہنچ گئی۔ ضلع چاٹگام میں ۱۹۵۱ء میں عیسائیوں کی تعداد بارہ ہزار چار سو تھی۔ اور ۱۹۷۴ء میں سولہ ہزار ہو گئی۔

ضلع دیناج پور میں ان کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اس ضلع میں پہاڑی قوم کی تعداد بیس ہزار ہے۔ ان میں سے بیس ہزار عیسائی بن گئے عنقریب سب کے سب عیسائی بن جائیں گے۔ وہاں اسکول ہسپتال کلینک اسکول اور خدمت گاہیں وہ سب عیسائیوں کے ذریعہ سے چل رہے ہیں۔ اور عیسائیوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ دوسری طرف ۱۹۵۱ء بنگلہ دیش میں مسلمانوں کی تعداد تین کروڑ سے زائد اور ۱۹۷۴ء میں چھ کروڑ سے زائد ہو گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد ۸۰٪ ہے لیکن اصل میں تقسیم ملک کے بعد مغربی بنگال۔ بہار۔ یوپی سے آنے والے مسلمانوں کی وجہ سے یہ تعداد بڑھ گئی تھی۔ ۱۹۷۴ء کے بعد اس ملک میں بڑی تیز رفتاری سے عیسائیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ اور عیسائی لوگ جائز اور ناجائز طریقوں سے اپنی تعداد بڑھانے میں کوشاں ہیں اور ادھر مسلمان ضبط تولید اور تحدید نسل کے قانون بنا کر اپنی تعداد کم کرنے میں کوشاں ہیں اگر یہی سلسلہ بنگلہ دیش میں جاری رہا تو مستقبل قریب میں لبنان کا جو حال پیش آیا بنگلہ دیش میں وہی حال پیش آئے گا۔

عیسائی مختلف قسم کے ادارے قائم کر کے عیسائیت کی اشاعت کر رہے ہیں۔ ایک معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے ادارے تین سو کے قریب ہیں۔ یہ لوگ خدمت گذاری کے نام سے جو مختلف شعبے چلا رہے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) تعلیمی اکیڈمی جو علاقہ غیر متمدن اور جہالت اس پر غالب ہو وہاں تعلیمی ادارے قائم کر کے لوگوں کو ضروری کپڑا دوا اور کھانے کا انتظام کر کے ان کے لڑکے لڑکیاں کو اپنے مشنری اسکولوں میں تعلیم دے رہے ہیں۔ اور وظیفے دے کر بڑے شوق سے وہ لوگ تعلیم حاصل کر رہے اور عیسائی لوگ بڑی حکمت سے ان کو عیسائی بنا رہے۔ ان اسکولوں کے تمام معلمات تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے اپنا پروگرام میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں ڈھاکہ شہر میں عیسائیوں کے پندرہ نامی ادارے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے ہر شہر کے سب ۴۲ اہم مقامات پر مشنری اسکول قائم کر کے اعلیٰ طبقہ کے لڑکے لڑکیوں کو تعلیم دے کر ایسا ماحول اور فضا تیار کر رہے ہیں کہ اگرچہ وہ لوگ عیسائی نہیں بن رہے مگر وہ پکے مسلمان نہیں بنیں گے یا نہیں بن رہے۔ یہی لوگ مستقبل میں قوم

کے پابند ہو کر خلاف اسلام عیسائیت کے طرز طریقوں پر حکمرانی کر رہے ہیں یا کریں گے۔ ملک بھر میں تقریباً ستر مشنری اسکول موجود ہیں۔ دیناج پور شہر میں پانچ عدد مشنری اسکول اور ایک عدد ٹیکنیکل اسکول موجود ہے۔ لڑکوں کے ان سب اسکولوں میں پڑھانے کے لئے بڑا اہتمام کرتے ہیں اور وہاں پڑھانے کو بڑا فخر سمجھتے ہیں لڑکوں کو وہاں پڑھانا انگلینڈ اپ اسٹیٹس یعنی اعزازی شان محسوس کرتے ہیں اس قسم کا ذہن رکھنے والوں کے لئے بڑا تاسف اور حیرت ہے۔ ان مشنری اسکول کے لڑکے لڑکیوں کے لئے نقد روپے چاول کپڑا اور درسی کتب مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ اور بتدریج وہ اپنا آبائی دین اسلام چھوڑ کر عیسائی بنتے جا رہے ہیں۔

(ب) خدمت خلق اسکیم — اس اسکیم کے تحت جہاں مصیبت زدہ علاقہ ہوتا ہے عیسائی لوگ مختلف قسم کی امداد لے کر وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اور ان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو علاقہ غیر متمدن غیر ترقی یافتہ ہے وہاں ہسپتال قائم کر کے علاج معالجے سے لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کر رہے ہیں اور نہایت ہوشیاری سے عیسائیت کا پرچار کرتے اور مرتد بناتے جا رہے ہیں۔ ان ہسپتالوں میں معالجین لوگ علی الاعلان خلاف اسلام رسائل و کتب تقسیم کرتے ہیں۔ علاج کے ساتھ ساتھ تبلیغ عیسائیت بھی جاری ہے۔ تمام ہسپتالوں میں اس نظریہ پر کام ہو رہا ہے۔

(ج) زراعتی اسکیم — عیسائیوں نے بنگلہ دیش کے اہم زرعی علاقوں میں زمین جائداد خرید کر کے ارتداد کا پلان تیار کیا ہے۔ لوگوں کو مکانات جائداد اور کھیتی باڑی کے لئے گائے بیل دینے پر مائل کر رہے ہیں مصیبت زدہ لوگ اس میں گرفتار ہو رہے ہیں۔

(د) تکمیلی اسکیم — نادار غریب قسم کے لوگوں کو امداد کے نام سے صناعت کی تعلیم دے رہے ہیں مکانات دیکر ان کو مرتد بنا رہے ہیں۔ بے پناہ لوگوں کو پناہ دینے اور طعام کا انتظام کے فریب سے ان کو عیسائی بناتے جا رہے ہیں۔ ابھی تک حکومت اس طرف توجہ نہیں دے رہی ہے۔

(ا) بذریعہ ڈاک بائبل کی تعلیم — جن کو مکمل تعلیم حاصل نہیں ہے۔ اس قسم کے تمام طبقات میں سوالات کے جوابات میں مشنری لوگ بائبل کی باتوں کا پرچار کر رہے ہیں تین چار لاکھ لوگ اس طرح بذریعہ ڈاک بائبل کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ علاوہ اس کے ان کے مختلف قسم کے رسائل کیلنڈر فری یا کم قیمت سے بازار راستہ گھاٹ میں بکری ہو رہی ہے۔ چھوٹے بڑے شہروں میں عیسائی دفتر بنا کر بیٹھے ہیں عیسائی رسل و رسائل کا لوگ بڑا شوق سے مطالعہ کرتے ہیں اور ان کو مشنری لوگ بڑا اعزاز و اکرام سے نوازتے ہیں۔

(س) جنگی تربیت — جو لوگ عیسائی بن گئے ان کو موجودہ طرز طریقے سے جنگ کی تعلیم دیتے ہیں۔ پہاڑی علاقہ اور چاٹگام کے پہاڑی علاقہ میں نہایت ہنرمندی کے ساتھ جنگ کی ٹریننگ ہو رہی ہے۔ قابل یادداشت یہ ہے کہ سلاطین کے زمانہ میں نصرانی لوگ اس ملک میں تجارت اور مشنری کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے۔ مگر تاریخ شاہد ہے

کہ انہی لوگوں نے بالآخر حکمرانی حیثیت اختیار کی۔ آج بنگلہ دیش میں یہی صورت دیکھی جا رہی ہے۔ خدا حافظ۔

اس جنگی تدریب کے پیچھے انٹرنیشنل چارج کمیٹی کا ہاتھ ہے وہ کمیٹی نہایت مخفی طور سے ایسی مشنری کو جنگی سامان پہنچا رہی ہے۔ ان کو جنگ کے ایسے آلات موجود ہیں جو کسی حکومت کو بھی حاصل نہیں۔ اس علاقہ میں ایک اسٹیٹ قائم کرنے کے لئے بہت پہلے ہی سے نقشہ تیار ہو گیا ہے جس کا اصل مقصد ایشیا کے جنوب مشرق میں بھارت کے کچھ حصے لے کر بنگلہ دیش کے پہاڑی علاقہ سمیت ایک عیسائی اسٹیٹ قائم کرنا۔ یہ ہوگا نصرانیوں کا دوسرا اسٹیٹ۔ اس سے قبل جزائر فلپائن میں پہلا اسٹیٹ قائم ہو چکا ہے۔ یہ لوگ دوسرا اسٹیٹ قائم کرنے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ دونوں اسٹیٹ قائم کرنے کا اصل مقصد ایشیا کے جنوب مشرق حصہ میں عیسائیوں کے مفادات کو بچانا اور ساتھ ساتھ کمیونسٹوں کے حملہ کو روکنا بھی ہے۔

مشاہدہ کی بات یہ ہے کہ ٹونگی دت پارہ کیمپ۔ ڈمراچین پارہ چھاؤنی۔ محمد پور جینوا کیمپ اور سید پور کے غیر بنگالی مسلمان لوگ نوجا فوجا عیسائی اور مرتد بن گئے اگر چیخ پکار کر مشنری ورک ملتوی کا مطالبہ کیا جائے تو جنگ کا فتح نہ ہوگا۔ (ماخوذ از ماہنامہ مدینہ انیسواں سال ۵)

ایسے نازک حالات میں چاہیئے کہ بنگلہ دیش ہو غیر بنگلہ دیش ہو مسلمانوں کا کیا فریضہ ہے۔ تمام عالم اسلام کے لئے متحدہ طور پر عیسائیوں کا مقابلہ کرنا از حد ضروری اور جس ملک میں عیسائی مشنری ان کی کارروائیوں کو کڑی نگاہ سے دیکھیں اور انسداد کا طریقہ اختیار کریں تمام عالم اسلام سے یہی میری گذارش ہے۔

اللہ تعالیٰ اسلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام عالم میں رائج کیا ہے اللہ کا منتخب دین اسلام ہے۔ اسی نے قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جو بھی اس کو مٹانا چاہے گا وہ خود مٹے گا مگر عادت اللہ یہ جاری ہے آزمائش بغیر کامیابی نہیں ہوتی قرآن حکیم میں فرمایا گیا وما اصابکم یوم التقی الجمعٰن فباذن اللہ ولیعلم المؤمنین ولیعلم الذین نافقوا۔ اس قسم کی آیات کثیرہ ہمارے دعویٰ پر دال ہے۔

عالم اسلام اور مسلم جہاں کو ہمیشہ دشمنان اسلام سے تحفظ رکھنا چاہیئے وما علینا الا البلاغ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

روز پیٹل فیشل ٹشو
کے بعد
روز پیٹل ٹائیلٹ ٹشو
ایک نرم و نفیس ٹشو
ROSE PETAL
LUXURY SIZE
TISSUES
پربہار رنگوں میں
ROSE PETAL
SOFT
TOILET TIS
A PRODUCT OF PACKAGES LIMITED
P
پیکجز لمیٹڈ

پروفیسر سید علی محسن۔ عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدرآباد، دکن

یورپ میں اصلاحِ مذہب کی تحریکیں

افتراق عظیم | اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ لوتھر کے پیام کی صدائے بازگشت یورپ میں دور دور تک سنی گئی۔ یہ ایک ایسی صدائے احتجاج تھی جس نے پورے براعظم میں ایک تہلکہ ڈال دیا۔ اس پیام کو ماننا اور نہ ماننا ایک جداگانہ بات ہے لیکن جس کسی نے یہ پیام سنا وہ غرقِ حیرت ہوگیا۔ کیا یہ سچ ہوسکتا ہے کہ دنیا نے ایک ہزار سال بہ ظاہر مسیحیت کے نام پر گمرہی میں گذار دیے تھے؟ کیا کلیسا کی تعلیمات محض دھوکہ اور فریب تھیں؟ ایک ہزار سال تک کلیسا نے یورپ کے عوام کو جس جادہ پر گامزن رکھا تھا کیا وہ دینی گمرہی کا راستہ تھا؟ یہ عبادتیں، یہ دینی رسوم، یہ زہد و تقویٰ، یہ رہبانیت، یہ نفس کشی یہ خداپرستی اور یہ الوہیت کے دعوے کیا یہ سب کلیسا کا رچایا ہوا ڈھونگ تھا۔

یہ تھے وہ سوالات جو لوتھر کے کلیسا پر پیہم حملوں کے بعد قدرتی طور پر ہر کسی کے دل میں پیدا ہوتے۔ جن لوگوں نے ان شکوک اور شبہات کو اپنے دل میں جگہ دی بالآخر وہ لوتھر کے پیرو ہوگئے۔ اور جو لوگ راسخ العقیدہ تھے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ لوتھر کو شیطان کا مرید جان کر اس پر لعنت و ملامت کی اور اپنے قدیم عقیدہ پر قائم رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں ایک عظیم افتراق دینی پیدا ہوگیا۔ یہ تو نہ ہوسکا۔ کہ قدیم کلیسا کی ساری عمارت مسمار ہو کر رہ جاتی۔ یورپ کا ایک بڑا حصہ لوتھر کے بعد بھی پاپائیت کا حلقہ بگوش رہا۔ لیکن لوتھر کی کامیابی یہ تھی کہ نہ صرف اس نے ایسے لوگوں کو پاپائیت سے توڑ لیا جو اس کے پیرو ہوگئے۔ بلکہ ان کو بھی جو اس کے نئے دین کے قائل نہ ہوسکے۔ انہوں نے بھی انحراف کا راستہ اختیار کیا۔ اس انحراف اور بغاوت کا بیج ان کے دلوں میں بھی لوتھر نے بویا۔ رومن کلیسا سے بغاوت کی حد تک وہ لوتھر کے ساتھی رہے۔ لیکن جب دین و مذہب کی تشکیل کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے اپنے جداگانہ کلیسا بنائے۔

فرانس، انگلستان، اسکاٹ لینڈ، سوئٹزرلینڈ میں بھی اصلاح کا خوب چرچا ہوا۔ یہاں بھی باغی اور

اصلاح یافتہ کلیسا وجود میں آئے۔ اگرچہ یہاں دوسرے مصلحین کی پیروی اختیار کی گئی۔ لیکن ان کی بغاوت اور اصلاح کی خواہش میں لوتھر کی مہم آرائی کو بڑا دخل ہے۔ اسی نے ابتداً ان کو جگایا تھا گو بعد میں انہوں نے اپنا علیحدہ علیحدہ راستہ اختیار کر لیا۔

بادی النظر میں یہ بات زیادہ معقول اور قرین قیاس نظر آتی ہے کہ سولھویں صدی میں جن مصلحین نے پاپائیت کے خلاف علم بغاوت کیا وہ آپس میں متحد ہو کر ایک مشترکہ اصلاح یافتہ کلیسا کو تو یہ سب مٹانے کے درپے تھے مگر جب نئے دین اور نئے عقائد کی صورت گری کا مسئلہ سامنے آیا تو ان میں سے ہر ایک نے جداگانہ راستہ اختیار کیا۔ وہ عقائد میں اور مذہب کے بنیادی مسائل میں ایک دوسرے سے متفق نہ ہو سکے۔ زیورچ اور برن میں جب جب زونگلی نے اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تو نوعیت کار کے مشترک ہونے کے باوجود اس نے لوتھر کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا اسی طرح کالون بھی لوتھر کو ایک گم کردۂ مجاہد سمجھتا تھا اور شاید لوتھری تعلیمات سے اتنا ہی متنفر اور بیزار تھا جتنا کہ پاپائی کلیسا سے۔ ان اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصلاح مذہب کی تحریکات تین بڑے دھاروں میں بٹ گئیں۔ لوتھر اور کالون کے کلیسا تو دیرپا اور استوار ثابت ہوئے لیکن زونگلی کی تحریک سوئٹزرلینڈ کے چند کینٹنوں (CANTONS) میں مقید ہو کر رہ گئی اور اس کو وہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو اول الذکر دو تحریکوں کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔

زونگلی | زونگلی ایک پرجوش مصلح تھا۔ اس کی خواہش یہ تھی کہ سوئٹزرلینڈ کے تمام کینٹن (CANTON) ایک متحدہ پروٹسٹنٹ کلیسا کے پیرو ہو جائیں۔ وہ ایک ایسا سماج وجود میں لانا چاہتا تھا۔ جو انجیل کی تعلیمات کو اپنے لئے مشعل ہدایت بنائے۔ ابتدا میں اس نے اپنا جہاد پوپ کے معافی ناموں (INLULGENCES) پر حملوں سے شروع کیا۔ اس میں اس کو خاصی کامیابی ہوئی۔ لوگوں میں اس کے نئے پیغام کے لئے ایک مثبت ردعمل شروع ہوا۔ اصلاح کلیسا کے سلسلہ میں جب اس کے خیالات نے ایک ٹھوس اور واضح شکل اختیار کی تو اس نے محسوس کیا کہ وہ لوتھر کے عقائد کی پیروی نہیں کر سکتا۔ دین اور مذہب کے بعض بنیادی مسائل پر اس نے لوتھر کے خیالات سے سخت اختلاف کیا۔ ایک بنیادی مسئلہ جس میں زونگلی کو لوتھر سے اختلاف تھا وہ عشائے ربانی (EUCHARIST) کے نظریے سے متعلق تھا۔ لوتھر اس بارے میں کیتھولکوں کے اس عقیدہ کو نہیں مانتا تھا کہ "عشائے ربانی" کی رسم کے وقت شراب اور روٹی، دونوں حضرت مسیح کے خون اور گوشت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ شئے کی اصلیت اور ماہیت تو نہیں بدلتی۔ البتہ وہ تقدیس و برکات کی حامل ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے تپتے ہوئے لوہے میں آگ یا تپش سرایت کر جاتی ہے اور وہ سرخ انگارہ ہو جاتا ہے۔ زونگلی نے بھی اس عقیدہ کو ماننے سے انکار کیا۔ وہ عشائے ربانی کی رسم کو کسی تقدیس یا الوہیت

کا قائل نہیں سمجھتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس عبادت کو محض بہ طور ایک یادگار کے انجام دینا چاہیئے۔ اس کے مافوق الفطرت اثرات کا وہ منکر تھا۔ کلیسا کے نظم حکومت کے بارے میں بھی اسے لوتھر سے اختلاف تھا۔ وہ کلیسا کے حکومت کے ڈھانچے کو جمہوری شکل دینے کا حامی تھا۔ غرض ان اختلافات کی وجہ سے دونوں مصلحین ایک دوسرے کے قریب نہ آ سکے۔ اور کوئی متحدہ تحریک وجود میں نہ آسکی۔ ۱۵۱۸ء کو زونگلی نے اصلاحی تحریک شروع کی تھی۔ زیورخ اور برن اس تحریک کے زبردست گڑھ تھے۔ لیکن مشرق کے پانچ اضلاع میں مزاحمت کے آثار پائے جاتے تھے۔ زونگلی نے بزور شمشیر ان کو اپنے مذہب کے لیے مسخر کرنا چاہا مگر وہ ۱۵۳۱ء کی جنگ میں مارا گیا۔ اس کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے لیکن مشرق کے اضلاع جن کی آبادی جرمن نژاد تھی اپنے آبائی مذہب پر لوٹ آئے۔ زونگلی کی بے وقت موت نے اس کی تحریک کا گلا گھونٹ دیا۔

کالون | اصلاحی تحریک کا ایک اور عظیم رہنما کالون تھا۔ یہ لوتھر سے عمر میں بہت چھوٹا تھا۔ ۱۵۰۹ء میں پکارڈی (PICARDY) میں پیدا ہوا۔ بمشکل ۲۷ سال کا ہوگا کہ اس عہد کی اصلاحی تحریکات کے جنگل میں کود پڑا۔ ۱۵۶۴ء تک شب و روز اپنے عقائد اور اپنے دین کی تبلیغ کرتا رہا۔ وہ اپنے انتہائی عروج کے زمانے میں یورپ میں لوتھر کا ہمسر اور ہم پلہ مانا جانے لگا تھا۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ پروٹسٹنٹ دنیا میں اسے وہ مقام اور وہ درجہ حاصل ہوا جو شاید لوتھر کو بھی نصیب نہ ہو سکا۔ وہ اپنے مذہب کی حد تک آمر مطلق تھا۔ اس کو پروٹسٹنٹ دنیا کا پوپ کہنا کچھ بے جا نہ ہوگا۔ جب تک زندہ رہا جنیوا جو اس کا مستقر تھا اس کے پیروؤں اور اصلاح پسندوں کا گڑھ بنا رہا۔

کالون نے ایک ایسے خاندان میں جنم لیا جو ایک خوشحال متوسط طبقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے گھر والوں نے اسے پادری بنانا چاہا۔ چنانچہ اسی منزل کو پیش نظر رکھ کر اس کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ مگر اس مذہبی تعلیم سے وہ بہت جلد اکتا گیا۔ پادری بننے کے خیال کو ترک کر کے وہ آرلیانس (ORLEANS) چلا گیا۔ اولاً یہاں اور پھر اس کے بعد بورژے (BOURGES) کی درسگاہوں میں اس نے قانون کی تحصیل کرنی شروع کی۔ یہاں اس نے یکا یک اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کی۔ وہ خود لکھتا ہے کہ:-

"اچانک میرے عقائد میں ایک انقلاب آیا اور میں پروٹسٹنٹ کلیسا کا حامی اور پیرو بن گیا"

یہیں سے اس کی تبلیغی زندگی شروع ہوتی ہے۔ وہ نہ صرف نہایت ذہین اور بلا کا تیز آدمی تھا بلکہ اپنے گہرے مطالعہ کی وجہ سے اپنے زمانے کے بڑے سے بڑے عالم سے ٹکر لینے کے قابل تھا۔ اگرچہ وہ نوجوان تھا لیکن اپنے تبحر علمی کی وجہ سے کافی مشہور ہو چکا تھا۔ اسی زمانے میں اس نے سینکا (SENECA) کی مشہور کتاب ڈکلیمنشیا (DECLEMENTIA) کی شرح لکھی۔ فرانس میں اس وقت اصلاح کلیسا کے حامیوں

کے لئے فضا سازگار نہیں تھی۔ مخالف رومن کیتھولک تحریکوں کو سختی سے کچلا جا رہا تھا۔ کالون نے اسی لئے چپکے سے پیرس چھوڑ دیا۔ اور باسل چلا گیا۔ یہاں اس نے ۱۵۳۶ء میں اپنی مشہور کتاب "مسیحی مذہب کے بنیادی اصول" لکھی۔ اس کتاب کی اشاعت نے اس کی شہرت دوبالا کر دی۔ اصلاحِ کلیسا کے افق پر ایک اور روشن ستارہ طلوع ہوتا نظر آیا۔ باسل میں مختصر قیام کے بعد کالون جنیوا آیا۔ ویسے کہنے کو تو شہر شہنشاہیت روما کی عملداری میں تھا۔ مگر اس وقت یہاں اقتدار کے لئے ڈیوک آف سوائے اور جنیوا کے اسقف کے درمیان لڑائی جاری تھی۔ کم و بیش تیس سال تک یہ خانہ جنگی جاری رہی۔ بالآخر جنیوا کے جری اور من چلے شہریوں نے ان دونوں کو نکال باہر کیا۔ اور جنیوا کو ایک ری پبلک صورت دے دی۔

ان کی حالیہ جنگ آزادی میں برن اور فرائبرگ کے باشندوں نے ان کی بہت مدد کی تھی اور یہ علاقے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کر چکے تھے۔ پروٹسٹنٹ تحریک یہیں سے جنیوا میں داخل ہوئی اور اہل جنیوا نے اپنے پروٹسٹنٹ ہونے کا اعلان کر دیا۔ عین اسی زمانے میں کالون کا جنیوا میں ورود ہوا۔ لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسے مجبور کیا کہ وہ جنیوا کو اپنا وطن بنائے اور جس کلیسا کی وہ داغ بیل رہا تھا اس کی تعمیر و تاسیس کا کام یہیں سے جاری رکھے۔ کالون نے یہ دعوت قبول کر لی۔ اگرچہ دو سال بعد ۱۵۳۸ء بعض ناموافق حالات کی وجہ سے اسے شہر بدر کیا گیا تھا۔ مگر پھر تھوڑے ہی وقفہ کے بعد وہ دوبارہ جنیوا لوٹ آیا۔ اور ایسا آیا کہ یہیں کا ہو رہا اور یہیں پیوند خاک ہوا۔ کالون کے طویل قیام نے اس شہر کو (کالوینی) پروٹسٹنٹ کلیسا کا روم بنا دیا۔

کالون ایک عجیب و غریب آدمی تھا۔ اس کی زندگی نہایت سادہ اور ہر قسم کے عیش و تنعم کے تصور سے کوسوں دور تھی۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ یہ سادگی، زہد و تقویٰ۔ قناعت اور فقر کی مبالغہ آمیز سختیوں سے رچی ہوئی تھی۔ وہ اپنے پیروؤں میں سخت ڈسپلن پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس ڈسپلن میں اتنی شدت پیدا کی کہ زندگی کی لطافتوں، خوشیوں اور راحتوں کو عملاً معدوم کر دیا۔ اور ایک ایسا سماج اور معاشرہ وجود میں لایا جو اپنی خشک مزاجی اور بے کیفی کے لئے یورپ بھر میں مشہور ہو گیا۔ کالون نے اپنے مذہب میں احتساب کو دخیل کر دیا تھا۔ یہ احتساب بھی اتنا سخت تھا کہ رومن کلیسا کی انکویزیشن کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی لغزشوں کی بازپرس ہوتی تھی۔ اور زندگی کی بہت سی دلچسپیاں کھیل کود، ناچ گانے سیر و شکار ممنوع قرار دئے گئے تھے کالون کے پیروؤں کا خدا انتہائی بے رحم اور انتقام پسند تھا۔

کالون نے عقبیٰ کی سزاؤں کے خوف سے ایک سہما ہوا لیکن انتہائی کارکرد کٹر راسخ العقیدہ بے رحم اور درشت معاشرہ وجود میں لایا۔ وہ نیکیوں کے کسی صلہ اور معاوضہ کے لئے نہیں بلکہ ان کو فرض عین سمجھ کر ان پر

عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا تھا۔ اس معاملہ میں اس کا تصور حیات ان قدیم فلسفیوں کی مانند تھا جو اسٹوئش (STOICS) کہلاتے ہیں۔ رحم، عفو و درگذر کا اس کے پاس کوئی گذر نہیں اس نے سروٹیس (SERVETUS) کو زندہ جلانے کا حکم دیا۔ سروٹیس خود ایک مجاہد اور اصلاح کلیسا کا بڑا حامی تھا۔ اس نے پاپائیت کے خوف سے جنیوا میں پناہ لی تھی۔ مگر جب معلوم ہوا کہ بعض عقائد میں وہ کالون کا ہم خیال نہیں تو اسے زندہ جلانے میں کالون کو کوئی پاک نہ ہوا۔ جنیوا کو اس نے ایک ری پبلک بنادیا۔ اس ری پبلک میں صرف اسی کا حکم چلتا۔ اور صرف اسی کی پیروی کی جاتی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے پیروؤں کو قرون اولیٰ کے مسیحوں کے رنگ میں رنگ دے اور جو لوگ عقیدے، عمل اور اتباع میں کمزور پائے جائیں انہیں کلیسا اور اصطباغ (COMMUNION TABLE) کی برکتوں سے محروم کردیا جائے۔

کالون نے اپنی تعلیمات کی بنیاد صرف انجیل پر رکھی۔ انجیل کے باہر وہ ہر چیز سے صرف نظر کرتا رہا۔ لوتھر کی طرح اس نے بھی انجیل کا ترجمہ کیا۔ قدرتی طور پر اس کی تعلیمات میں لوتھر اور زونگلی کی تعلیمات کا رنگ جھلکتا ہے مگر یہ مشابہت اور مماثلت بہت سرسری ہے۔ انتہائی نازک اور بنیادی عقائد میں ان سبھوں نے اپنا علیحدہ علیحدہ راستہ اختیار کیا۔ اس کی ایک مثال رسم عشائے ربانی (اصطباغ) کی ہے جس کا اس سے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ اس بارے میں لوتھر اور زونگلی میں جو اختلاف تھا وہ واضح کردیا گیا۔ کالون نے اس نازک عقیدے میں اپنی ایک الگ راہ نکالی۔ اس نے نہ تو لوتھر کی توضیح تسلیم کی اور نہ زونگلی کے خیالات سے اتفاق کیا۔ وہ کہتا ہے کہ رسم عبادت کو (زونگلی کی طرح) محض ایک یادگار سمجھنا سخت غلطی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ روٹی اور شراب، میں تو تقدس کا کوئی عنصر داخل نہیں ہوتا جیسا کہ لوتھر نے کہا تھا۔ البتہ یہ رسم (اصطباغ) حصول الوہیت کے لئے ازلبس ضروری ہے۔ یہ اور اس قسم کے بنیادی اختلافات نے تحریک اصلاح کو علیحدہ علیحدہ مکاتب خیال میں بانٹ دیا اور ہر مکتب خیال کے بانی نے اپنا علیحدہ کلیسا قائم کیا۔ اسی وجہ سے پروٹسٹنٹ تحریکیں متحد نہ ہو سکیں۔ ان کے اختلافات نے اگرچہ ایک طرف مجموعی حیثیت سے تحریک اصلاح کو کمزور کردیا تو دوسری طرف اس سے رومن کلیسا اور پاپائیت کو اپنے بچاؤ کے لئے اچھے ہتھیار ہاتھ آئے۔ اور وہ ان اصلاحی تحریکوں کا تابڑ توڑ جواب دینے کے قابل ہو سکے۔

کالون نے کلیسا کو حکومت سے آزاد رکھا۔ وہ کلیسا کو حکومت وقت کا ایک ماتحت شعبہ بنانا نہیں چاہتا تھا۔ جیسا کہ اصلاح کے بعد انگلستان میں اور لوتھر کی تحریک کے نتیجہ میں جرمنی میں ہوا وہ مملکت اور کلیسا کو ایک دوسرے سے جدا رکھنا چاہتا تھا۔ کلیسا کے نظم و نسق میں اس نے پادریوں کے ساتھ "کاسبین" کو بھی شریک رکھا۔ کلیسا کی اعلیٰ ترین کونسل چھ پادری اور بارہ "کاسبوں" پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس کونسل کو امور مذہبی

کی نظامت اعلیٰ سمجھنا چاہیے۔ کلیسائی اور غیر کلیسائی افراد کی یکجائی سے مذہبی معاملات میں عوام کی راست شرکت اور تعاون کا ایک مفید ذریعہ ہاتھ آیا۔ اس کی وجہ سے کالونی مذہب کی سوتیں کبھی خشک نہ ہو سکیں۔ معاشرہ کی تمام سطحوں سے کلیسا کی آبیاری ہوتی رہی۔ نیز اس بات کا بھی انتظام کیا گیا تھا کہ ہر سطح پر جو کونسلیں قائم کی جائیں وہ منتخبہ ہوں۔ اس انتخابی عنصر نے کالون کے کلیسا کو جمہوریت پسند بنا دیا۔ کالون کے کلیسا کی یہ وہ خصوصیات ہیں جو اس کو کمزور اور تنزل پذیر ہونے سے بچاتی رہیں۔ عوام سے اس کی قربت اور اس کے ارتباط نے اس مذہب کو سولھویں اور سترھویں صدی میں ایسی جاں بخش طاقت عطا کی جو لوتھر کے مذہب کو حاصل نہیں ہوئی۔ لوتھرین کلیسا، لوتھر کے مرنے کے بعد کمزوری اور اندرونی خلفشار کا شکار ہو گیا۔ کالون کے مذہب کی سخت گیری، درشتی، بے رحمی مجنونانہ تنگ نظری اور خون آشامی سب پر عیاں ہے۔ مگر ان مسلّمہ نقائص کے باوجود اس مذہب نے یورپ کی زبردست اخلاقی خدمت انجام دی ہے۔ اس نے یورپی معاشرہ کو جہاں جہاں اس کو پھیلنے کا موقع ملا حق و صداقت کے لئے سینہ سپر ہو جانے کا درس پڑھایا۔ اس مذہب کے پیروؤں کی جاں بازی اور ایثار کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ فرانس جیسے کٹر رومن کیتھولک ملک میں پروٹسٹنٹ تحریک زندہ اور باقی رہ سکی۔ یہ کالون کے ہی پیرو تھے جنہوں نے نیدرلینڈس میں ولندیزی ری پبلک قائم کی۔ اسکاٹ لینڈ کو پوپ کے چنگل سے آزاد کیا۔ انگلستان کے پیوریٹن انقلاب کا باعث ہوئے۔ اور جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں بھی جو علی الترتیب لوتھر اور زونگلی کی تعلیمات کا گڑھ رہ چکے تھے اپنے لئے جگہ پیدا کی۔ اس تحریک میں نہ صرف یورپ متاثر ہوا بلکہ نئی دنیا میں بھی اس نے ایک طاقت ور موقف پیدا کر لیا۔ مے فلور (MAY FLOWER) کے جہاز سے (۱۶۲۱) جو لوگ امریکہ گئے۔ وہ اپنے ساتھ کالون کی تعلیمات لے گئے۔ نیو انگلینڈ کی نو آبادیات میں مذہب اور اخلاق کی جو بنیادیں رکھی گئیں وہ تمام تر کالونی تصورات کی رہین منت ہیں۔

انیسویں صدی تک ان نو آبادیات کی سیاسی، سماجی اور مذہبی زندگی میں اس مذہب کے نمایاں اثرات نظر آتے ہیں۔ ان نئے معاشروں میں کالون کا تصور حیات، تصور مذہب اور تصور عقبیٰ رچا ہوا نظر آتا ہے۔

بلند ہمّت
جَوانوں کی پسند
اُجَالا ڈینِم
اور
صَدف شرٹِنگ
مضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویئر ڈینِم
خوشنما رنگوں میں لیجئے۔
صَدف شرٹنگ بہت سے پکے رنگوں میں
دستیاب ہے۔
زندہ دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش،
آج جنکے دَم سے رونق اور چہل پہل ہے۔
MADE OF
Toray
TETORON
POLYESTER FIBER
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
MFTM 5-77
Asiatic

صاف اور صحت بخش خون ہی
انسان کی اچھی صحت کا ضامن ہوتا ہے۔

خون میں فاسد مادّوں کی پیدائش سے پھوڑے پھنسیاں،
خارش، دانے اور مہاسے وغیرہ جسم پر نمودار ہونے لگتے ہیں۔
ہمدرد کی صافی خون کو صاف اور صحت مند رکھتی ہے۔

صافی کا باقاعدہ استعمال جِلدی بیماریوں
سے محفوظ رہنے اور خون کی صفائی کا مفید ذریعہ ہے۔

جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ

صافی

سے خون بھی صاف
جِلد بھی صاف

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آوازِ اخلاق
بد زبانی ذہن کا سرطان ہے

ADARTS HSF-1/82

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

فقہ اسلامی کی تدوین و ترویج

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ میں شرعی احکام کا دار و مدار کتاب اللہ یعنی قرآن اور سنت رسول اللہ یعنی حدیث کی صورت میں وحی الٰہی کے تازہ ارشادات و ہدایات پر تھا۔ اور دینی مسائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و اقوال کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و اقوال سے بھی کام لیا جاتا تھا۔ خصوصاً عہد رسالت میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم دینی امور و معاملات میں مشورہ اور فتویٰ دیا کرتے تھے۔

فقہائے صحابہؓ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال اور وحی الٰہی کے انقطاع کے بعد شرعی مسائل و حوادث میں کتاب و سنت کے بعد صحابہ کرام مرجع تھے۔ اور نئے مسائل میں ان صحابہ کے آثار و اقوال معتبر مانے گئے۔ جو دینی علم میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اور ان اصحاب فتویٰ کے مشورہ سے اہم مسائل طے ہوتے تھے۔ بالفاظ دیگر خلافت راشدہ میں "اجماع امت" کی تشکیل شروع ہو گئی۔ اور اس دور کے اہل علم صحابہ کی رائیں معتبر مانی جانے لگیں۔ صحابہ کرام میں وہی حضرات دینی مسائل میں معتبر مانے گئے۔ جو قرآن کے عالم تھے۔ جنہوں نے قرآن کو لکھا۔ اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا۔ اور اس کے معنی و مفہوم اور ناسخ و منسوخ وغیرہ کو سمجھا۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسے اہل علم صحابہ "قُرّا" کے لقب سے مشہور رہے۔ یہ لقب عالم کو غیر عالم سے ممتاز کرتا تھا۔

صحابہ کرام میں اصحاب فتویٰ تقریباً ایک سو تیس افراد تھے۔ جن میں مرد اور عورتیں دونوں صنف شامل تھیں ان میں فتویٰ کے اعتبار سے سات صحابہ مکثّرین ہیں۔ یعنی ان کے فتاوے بہت کثرت سے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ حضرت عمر بن خطاب۔ ۲۔ حضرت علی بن ابی طالب۔ ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ ۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ ۵۔ حضرت زید بن ثابت۔ ۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کے فتاوے اس کثرت سے ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ہر صحابی کے مسائل و فتاوے کئی کئی ضخیم جلدوں میں تیار ہو جائیں۔

ابوبکر محمد بن موسیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے فتاوے بیس جلدوں میں جمع کئے تھے۔

اور تیرہ حضرات "متوسطین" میں یہ ہیں:۔

۱۔حضرت ابوبکر صدیق۔ ۲۔ام المومنین حضرت ام سلمہ۔ ۳۔حضرت انس بن مالک۔ ۴۔حضرت ابوسعید خدری۔ ۵۔حضرت ابوہریرہ۔ ۶۔حضرت عثمان بن عفان۔ ۷۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص۔ ۸۔حضرت عبداللہ بن زبیر۔ ۹۔حضرت ابوموسیٰ اشعری۔ ۱۰۔حضرت سعد بن ابی وقاص۔ ۱۱۔حضرت سلمان فارسی۔ ۱۲۔حضرت جابر بن عبداللہ۔ ۱۳۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کے اگر فتاوے جمع کئے جائیں تو ان کی چھوٹی چھوٹی جلدیں بن سکتی ہیں۔ ان ہی میں یہ حضرات بھی شامل کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔حضرت طلحہ۔ ۲۔حضرت زبیر۔ ۳۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ ۴۔حضرت عمران بن حصین۔ ۵۔حضرت ابوبکرہ۔ ۶۔حضرت عبادہ بن صامت۔ ۷۔حضرت معاویہ بن ابی سفیان۔ ان حضرات کے فتاوے بھی جمع کئے جائیں تو مختصر مجموعے تیار ہو سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی حضرات اصحاب فتویٰ "مقلین" ہیں۔ یعنی ان میں سے ہر ایک سے چند فتاوے منقول ہیں۔ جن کو تلاش و تحقیق کے بعد مختصر مجموعہ کی صورت میں مدوّن کیا جا سکتا ہے۔

فقہائے تابعین و تبع تابعین | اس کے بعد امام ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں تفصیل سے بتایا ہے کہ عہد صحابہ کے بعد عہد تابعین میں کس شہر میں کون کون حضرات اصحاب فتویٰ تھے۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

مدینہ منورہ میں | یہ فقہائے سلسلہ دینی مسائل میں مرجع تھے اور ان کے فتاوے مستند و معتبر مانے جاتے تھے۔

۱۔سعید بن مسیب۔ ۲۔عروہ بن زبیر۔ ۳۔قاسم بن محمد۔ ۴۔خارجہ بن زید۔ ۵۔ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارثؒ ۶۔سلیمان بن یسار۔ ۷۔عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہم۔ نیز ان کے معاصرین میں یہ حضرات فتویٰ میں مشہور تھے۔ ابان بن عثمان بن عفان۔ سالم۔ نافع۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف۔ علی بن حسین زین العابدین۔ ان حضرات کے بعد مدینہ منورہ میں اصحاب فتویٰ یہ حضرات تھے۔ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم۔ محمد بن ابوبکر بن محمد۔ عبداللہ بن عمر بن عثمان۔ محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان۔ عبداللہ بن محمد بن حنفیہ۔ جعفر بن محمد بن علی۔ عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر محمد بن منکدر۔ محمد بن شہاب زہری۔ محمد بن لفرج نے امام زہری کے فتاوے فقہی ترتیب و ابواب پر تین ضخیم اسفار میں جمع کئے تھے۔ ان حضرات کے معاصرین میں مدینہ منورہ میں اور بھی اصحاب فتوے تھے۔

مکہ مکرمہ میں | اہل فقہ و فتویٰ میں یہ حضرات معتبر و مستند تھے۔ عطاء بن ابی رباح، مجاہد بن جبر۔ عبید بن عمیر۔ عمرو بن دینار۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ۔ عبدالرحمٰن بن سابط۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہم اللہ۔ ان کے بعد ابوالزبیر مکی۔ عبداللہ بن خالد بن اسید۔ عبداللہ بن طاؤس۔ ان کے بعد عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج۔ سفیان بن عیینہ۔ ان کے بعد مسلم بن خالد زنجی، سعید بن سالم القداح رحمہم اللہ مکہ مکرمہ میں فقہ و فتویٰ میں مرجع تھے۔ ان کے امام بن

محمد ادریس شافعی اور عبداللہ بن زبیر حمیری وغیرہ تھے۔

بصرہ میں | یہاں کے اصحاب فقہ و فتویٰ میں یہ حضرات مشہور تھے۔ عمرو بن سلمہ جرمی۔ ابو حریم حنفی۔ کعب بن اسود۔ حسن بصری۔ ابو الشعثاء جابر بن زید۔ محمد بن سیرین۔ ابو قلابہ عبداللہ بن زید جرمی۔ مسلم بن یسار۔ ابو العالیہ۔ حمید بن عبدالرحمٰن۔ مطرف بن عبداللہ الشخیر، زرارہ بن ابی اوفیٰ۔ ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری۔ ان میں امام حسن بصری نے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فیض پایا تھا۔ بعض علماء نے ان کے فتاویٰ سات ضخیم اسفار میں جمع کئے تھے۔
اس طبقہ کے بعد بصرہ میں ایوب بن کیسان سختیانی، سلیمان تیمی، عبداللہ بن عون۔ یونس بن عبید۔ قاسم بن ربیعہ خالد بن ابی عمران، اشعث بن عبدالملک حمرانی۔ قتادہ۔ حفص بن سلیمان۔ قاضی ایاس بن معاویہ اہل فقہ و فتویٰ تھے۔ ان کے بعد ان کے تلامذہ اور منتسبین کا سلسلہ قائم رہا۔

کوفہ میں | اصحاب فتویٰ اور مفتیین میں یہاں کے یہ حضرات مستند و مرجع تھے۔ علقمہ بن قیس نخعی۔ اسود بن یزید نخعی۔ عمرو بن شرحبیل ہمدانی۔ مسروق بن اجدع ہمدانی۔ عبیدہ سلمانی۔ قاضی شریح بن حارث۔ سلیمان بن ربیعہ باہلی۔ زید بن صوحان۔ سوید بن غفلہ۔ حارث بن قیس جعفی۔ عبدالرحمٰن بن یزید نخعی۔ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔ خثیمہ بن عبدالرحمٰن۔ سلمہ بن حبیب۔ مالک بن عامر۔ عبداللہ بن سنجرہ۔ زر بن حبیش۔ خلاس بن عمرو۔ عمرو بن میمون اودی۔ ہمام بن حارث۔ حارث بن سوید۔ یزید بن معاویہ نخعی۔ ربیع بن خثیم۔ عتبہ بن فرقد۔ صلہ بن زفر۔ شریک بن حنبل۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ۔ عبید بن نضلہ۔

کوفہ کے یہ وہ مجتہدین و مفتیین ہیں جن کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔ اور جو حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے خاص شاگردوں میں ہیں۔ لوگ ان سے استفتاء کرتے تھے اور وہ اکابر صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور صحابہ ان کو اجازت دیتے تھے۔ ان میں سے اکثر حضرات نے حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ سے علم حاصل کیا تھا۔ عمرو بن میمون اودی حضرت معاذ بن جبلؓ سے خصوصی تلمذ رکھتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل نے وفات کے وقت ان کو وصیت کی تھی کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی صحبت میں رہ کر ان سے علم دین حاصل کریں۔ چنانچہ عمرو بن میمون اودی نے اس پر عمل کیا۔

فقہائے کوفہ کی اس فہرست میں یہ حضرات بھی قابل شمار ہیں۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (انہوں نے ایک سو بیس صحابہ سے علم حاصل کیا تھا) میسرہ، زاذان اور ضحاک۔
اس طبقہ کے بعد ابراہیم نخعی، عامر شعبی، سعید بن جبیر۔ قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود۔ ابوبکر بن ابی موسیٰ۔ محارب بن دثار۔ حکم بن عتیبہ۔ جبلہ بن سحیم تلمیذ ابن عمر اہل فقہ و فتویٰ تھے۔ ان کے بعد حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن معتمر۔ سلیمان الاعمش۔ مسعر بن کدام کا درجہ ہے۔ پھر مذکورہ بالا حضرات کے سلسلۂ تلمذ میں محمد بن

عبدالرحمن ابی لیلیٰ ۔عبداللہ ابن شبرمہ ۔سعید بن اشوع ۔قاضی شریک ۔قاسم بن حسن ۔سفیان ثوری ۔امام ابوحنیفہ حسن بن صالح ہیں ۔

ان کے بعد کے فقہا میں حفص بن غیاث ۔وکیع بن جراح اور امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں قاضی ابویوسف محمد بن حسن ۔زفر بن ہذیل ۔حماد بن ابی حنیفہ ۔حسن بن زیاد لولوی ۔قاضی عافیہ ۔اسد بن عمرو ۔قاضی نوح بن دراج ۔اور امام سفیان ثوری کے تلامذہ میں اشجعی ۔معافی بن عمران ۔یحییٰ بن آدم وغیرہ ہیں ۔

شام میں | ملک شام کے تابعین میں یہ حضرات اصحاب فقہ و فتویٰ تھے ۔اور دینی مسائل و حوادث میں ان کے فتاوے معتبر مانے جاتے تھے ۔ابوادریس خولانی ۔شرحبیل بن سمط ۔عبداللہ بن ابی زکریا خزاعی ۔قبیصہ بن ذویب خزاعی ۔حیان بن امیہ ۔سلیمان بن حبیب محاربی ۔حارث بن عمیرہ زبیدی ۔خالد بن معدان ۔عبدالرحمن بن غنم اشعری ۔اور جبیر بن نفیر ۔

ان کے بعد عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر ۔مکحول ۔عمر بن عبدالعزیز ۔رجاء بن حیوہ ۔حدیر بن کریب تھے اور اسی طبقہ مفتیین میں خلیفہ ہونے سے پہلے عبدالملک بن مروان کا بھی شمار تھا ۔

اس کے بعد قاضی یحییٰ بن حمزہ ۔ابوعمر ۔عبدالرحمن بن اوزاعی ۔اسمٰعیل بن ابی مہاجر ۔سلیمان بن موسیٰ اموی ۔سعید بن عبدالعزیز شام کے اہل فتویٰ تھے ۔پھر مخلد بن حسین ۔ولید بن مسلم ۔عباس بن یزید تلمیذ امام اوزاعی ۔شعیب ابن اسحاق تلمیذ امام ابوحنیفہ اور ابو اسحاق فزاری تلمیذ امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ تھے ۔

مصر میں | اہل مصر مسائل و حوادث میں ان بزرگوں کے فتاوے پر عمل کرتے تھے ۔یزید بن ابی حبیب ۔بکیر بن عبداللہ بن اشج ۔عمرو بن حارث (جن کے بارے میں ابن وہب کا قول ہے کہ اگر عمرو بن حارث ہمارے درمیان زیادہ دنوں تک زندہ رہتے تو ہم امام مالک وغیرہ کے محتاج نہ ہوتے) لیث بن سعد ۔عبیداللہ بن ابی جعفر ۔اس طبقہ کے بعد امام مالک کے تلامذہ میں عبداللہ بن وہب ۔عثمان بن کنانہ ۔ابن قاسم اور امام شافعی کے تلامذہ میں عبداللہ بن وہب ، عثمان بن کنانہ ۔ابن قاسم اور امام شافعی کے تلامذہ میں مزنی ۔بویطی ۔ابن عبدالحکم مصر کے اصحاب فقہ و فتویٰ ہوئے ۔

اسی طرح اس دور میں یمن ، قیروان ، اندلس اور بغداد وغیرہ میں حضرات مجتہدین و مفتیین کی جماعت مسلمانوں کے دینی مسائل و حوادث میں مرجع تھی ۔تفصیل امام ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین میں موجود ہے ۔

اصحاب الحدیث اور اصحاب الفقہ | خلافت راشدہ کے بعد علمائے دین کے لئے "قرّاء" کے بجائے دو نئے لقب پیدا ہوئے ۔صورت یہ ہوئی کہ بہت سے صحابہ احادیث کی کتابت اور سند و متن پر خاص توجہ رکھتے تھے اور یہ صحابہ اور ان کے اصحاب و تلامیذ احادیث کے الفاظ و معانی کی طرف زیادہ راغب ہوئے ۔ان کو اہل حدیث کے خطاب سے یاد کیا جانے لگا ۔ان علماء کا مرکز حجاز کے دو شہر یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تھے ۔اور بہت سے صحابہ قرآن کے مقابلے میں

احادیث کی کتابت مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کو زبانی یاد کر کے الفاظ سے قطع نظر ان کے معانی و مفاہیم پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔ ان حضرات کے شاگردوں نے ان کا اتباع کیا۔ چونکہ یہ لوگ حدیث کے ظاہری الفاظ سے زیادہ اس کے منشاء و مفہوم کا لحاظ کرتے تھے اور نئے مسائل میں دوسرے شرعی دلائل سے بھی مدد لیتے تھے۔ اس لئے ان کو اہل الرائے یا اہل الفقہ کہا گیا۔ ان کا مرکز عراق کا شہر کوفہ تھا۔

اوپر ہم نے جن بلاد و امصار کے اصحاب فقہ و فتویٰ کا ذکر کیا ہے ان میں اصحاب حدیث بھی بڑی تعداد میں اپنے اصول کے مطابق دینی مسائل و حوادث میں فتویٰ صادر کرتے تھے اس وقت اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے ان ہی فقہاء و محدثین کے تلامذہ نے آگے چل کر دنیا میں کتاب و سنت اور فقہ و فتویٰ کو عام کیا۔

فقہ کی تدوین | حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے دور خلافت (۹۹ تا ۱۰۱ھ) میں ان کی عنایت و توجہ سے احادیث و آثار کے جمع و تدوین کا باقاعدہ اہتمام ہوا۔ اور صحابہ کرام کے احادیث کے صحیفوں اور کراسوں کی جگہ کتابوں کا رواج ہوا۔ اس طرح اموی دور میں تدوین و تالیف کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور عباسی دور کی ابتداء سے مختلف علوم کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ عام لوگوں میں علمی رجحان بڑھا، عربی زبان میں نئے نئے علوم و فنون منتقل ہونے لگے۔ اس وقت پورے عالم اسلام میں علمائے تابعین اور ان کے شاگرد پھیلے ہوئے تھے۔ اور ہر طرف دینی علوم کا چرچا تھا۔ اس لئے دینی علوم کو آگے بڑھنے کا خوب موقع ملا۔ اور احادیث و آثار فقہی ترتیب پر کتابی شکل میں مدون ہوئے۔ چنانچہ دوسری صدی کے نصف (۱۴۰ تا ۱۵۰ھ) میں مختلف ممالک میں وہاں کے ائمہ علم نے کتابیں لکھیں جن کی مختصر تفصیل یہ ہے۔ ۱۔ مدینہ منورہ میں امام مالک۔ ۲۔ مکہ مکرمہ میں ابن جریج۔ ۳۔ بصرہ میں ربیع بن صبیح۔ ۴۔ کوفہ میں سفیان ثوری۔ ۵۔ شام میں اوزاعی۔ ۶۔ واسط میں ہشیم۔ ۷۔ یمن میں معمر۔ ۸۔ رے میں جریر بن عبدالحمید۔ ۹۔ خراسان میں عبداللہ بن مبارک۔ یہ تمام ائمہ دین ایک وقت میں موجود تھے۔ اور انہوں نے اپنی کتابیں ۱۴۰ھ کے بعد لکھیں۔ اس لئے یہ معلوم نہیں ہے کہ کس عالم نے تدوین و تالیف کی ابتداء کی جیسا کہ ہدیۃ الساری مقدمہ فتح الباری میں ہے۔

یہ تو اس زمانہ میں اصحاب حدیث کی فقہی ترتیب پر دینی خدمات تھیں۔ اسی زمانہ میں اہل فقہ کے مرکز کوفہ میں فقہ و فتویٰ کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ امام محمدؒ، امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ وغیرہ نے مل کر اس کو مدون کر کے دنیا میں پہلی بار فقہ اسلامی کو مستقل فن کی حیثیت سے پیش کیا۔ ان حضرات نے قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع سے فقہی مسائل و فتاوے فنی حیثیت سے مدون کر کے تقریباً پانچ لاکھ مسائل کو ایک جگہ [illegible] اسی لئے امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں یعنی ان کے متبع ہیں۔ اور [illegible] صیمری نے "اخبار ابی و اصحابہ" میں امام شافعی کا قول اس طرح نقل کیا ہے۔ تمام لوگ فقہ میں اہل عراق کے عیال ہیں اور تمام اہل عراق اہل کوفہ کے عیال ہیں۔ اور تمام اہل کوفہ ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔

نیز فقہی فروعات اور مسائل کی طرح اصول فقہ کی تدوین سب سے پہلے امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ نے کی ہے۔

الغرض دوسری صدی کے وسط میں فقہا و محدثین بالفاظ دیگر اہل الحدیث اور اہل الرائے نے اپنے اپنے اصول وقواعد کی روشنی میں مسائل کے استنباط و تدوین کی خدمت انجام دی۔ اس کے بعد دونوں گروہ کے تلامذہ اور مستبعین نے اپنے پیش روؤں کے نقش قدم پر چل کر حدیث وفقہ کو مدون کیا۔ یہاں پر یہ جاننا ضروری ہے کہ محدثین کرام اجتہاد اور قیاس کے مخالف و منکر نہ تھے۔ البتہ وہ احادیث پر زیادہ توجہ دیتے تھے اور حتی الوسع حدیث کے ظاہری معنی ومفہوم پر عمل کی کوشش کرتے تھے۔ اسی طرح فقہائے عظام احادیث و آثار کے مخالف و منکر نہ تھے بلکہ وہ بھی قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرتے تھے۔ البتہ تمام اصول و فروع کا لحاظ کرکے احتیاطی راہ اختیار کرتے تھے اور قرآن و حدیث کے منشاء ومفہوم پر زیادہ زور دیتے تھے۔

فقہ کے چار مکاتب گذشتہ بیان سے معلوم ہو چلا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں دینی احکام کا دارومدار وحی الٰہی اور آپ کے قول وعمل پر تھا نیز اس عہد میں چند صحابہ اہل فتویٰ تھے اس کے بعد صحابہ اور تابعین کے دور میں علوم شرعیہ کے حاملین حجاز۔ شام۔ مصر۔ عراق اور دیگر مرکزی مقامات میں بٹ گئے اور ان حضرات کے اصول روایت و درایت ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف تھے۔ ان علمائے حجاز حدیث کے متون واسناد میں مشہور ومعتبر تھے۔ ان کے سلسلۂ تلمذ میں بڑے بڑے ائمہ حدیث پیدا ہوئے۔ ان کے سرخیل حضرت امام مالک بن انسؒ (متوفی ۱۷۹ھ) ہیں۔ جنہوں نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے اپنی کتاب مؤطا کو فقہی ترتیب اور ابواب پر اس طرح مرتب کیا کہ یہ کتاب گویا اس طبقہ کی ترجمان بن گئی۔ اس کے مقابلے میں علماء عراق احادیث کی روایت میں بڑی شدت سے کام لیتے تھے۔ بلکہ غایت احتیاط و تحری کی وجہ سے فتویٰ میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے خود اپنی طرف نسبت کرتے تھے۔ تاکہ روایت میں زیادہ سے زیادہ احتیاط ہو سکے۔ اور کوئی ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جیسے آپ نے نہیں فرمایا یا نہیں کیا۔ اس جماعت کے سرخیل حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (متوفی ۱۵۰ھ) ہیں جنہوں نے اپنے تلامذہ کو لے کر فقہ اور اصول فقہ کو باقاعدہ مرتب کیا۔

ان دونوں اماموں کے بعد علمائے حجاز کے طبقہ میں حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ ہیں۔ جنہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ائمہ حدیث سے علوم حاصل کیے۔ اسی کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ سے تحصیل علم کی۔ خصوصیت کے ساتھ امام محمد بن حسن شیبانی سے بہت زیادہ پڑھا۔ چونکہ امام شافعیؒ نے علوم دینیہ کے دونوں مرکزوں یعنی حجاز اور عراق سے کسب علم کیا تھا اور دونوں مکاتب حدیث وفقہ کے اصول اور فکر ونظر سے واقف تھے۔ اس لئے اہل حجاز اور اہل عراق کے طرز تفقہ میں ایک درمیانی راہ پیدا کی۔ اور ایسی فقہ ترتیب دی جس میں حدیث اور رائے کا توازن برقرار رکھا۔ اس درمیانی راہ میں امام شافعیؒ نے اکثر مسائل میں اہل حجاز کے سرخیل

اور اپنے استاد امام مالک سے اختلاف کیا۔ اور اپنا جداگانہ مسلک قائم کیا۔ امام شافعیؒ کے بعد بغداد میں امام احمد بن حنبل شیبانیؒ (متوفی ۲۴۱ھ) نے اہل حجاز کے علمی سلسلہ کے ساتھ وابستگی رکھ کر اپنے مسلک اور فقہ کو رائج کیا۔ جس کی بنیاد زیادہ تر حدیث کے ظاہری الفاظ و معانی پر رکھی۔ مگر اس میں اتنا غلو نہ تھا۔ جتنا کہ امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ امام احمد بن حنبل کے فقہی فتاوے اگر جمع کئے جائیں تو تیس ضخیم جلدوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان کے تلمیذ رشید خلال نے الجامع الکبیر میں ان کے فتاوے اور نصوص جمع کئے ہیں۔ جو بیس بلکہ اس سے زائد اسفار پر مشتمل ہیں جیسا کہ امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں تصریح کی ہے۔

ان مذاہب اربعہ سے پہلے صحابہ کرام کے فتاوے اور اقوال مرجع تھے۔ پھر تابعین اور تبع تابعین نے اپنے اپنے شہروں میں اپنے یہاں کے اہل فتویٰ صحابہ کی پیروی کی۔ بعد میں ہر شہر کے باشندوں نے مقامی مفتی وفقیہ کا اتباع کیا۔ نیز ایک مقام کے فتاوے دوسرے شہروں اور ملکوں میں پہنچے۔ اس طرح ان چاروں فقہ سے پہلے عالم اسلام میں دوسرے کئی فقہا کی فقہیں رائج تھیں اور عوام ان پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) امام حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) اور امام اوزاعی (متوفی ۱۵۷ھ) کے فقہی مذاہب پر عمل تھا۔ مگر یہ تینوں مسلک تیسری صدی کے آخر تک معمول بہ رہ کر ختم ہو گئے۔ اسی طرح امام ابوثور (متوفی ۲۴۰ھ) کا مسلک تیسری صدی تک رائج رہنے کے بعد ختم ہو گیا۔ البتہ امام داؤد ظاہری (متوفی ۲۷۰ھ) کا ظاہری مسلک زیادہ مدت تک چلا۔ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ مذہب آٹھویں صدی تک دنیا میں جاری رہا۔ ظاہری مسلک کے ائمہ وعلماء حدیث کا مطلب اس کے ظاہری الفاظ کے مطابق بیان کرتے تھے اور اس میں کسی قسم کے اجتہاد اور قیاس کو دخیل نہیں مانتے تھے۔

بہرحال یہ تمام فقہیں اپنے اپنے وقت میں ختم ہو گئیں۔ اور اہلسنت والجماعت کے دینی مسائل ائمہ اربعہ کے چاروں مذاہب میں منحصر ہو گئے۔ اور چونکہ ایک مسئلہ میں ایک ہی مسلک کی پیروی کی جا سکتی ہے اس لئے علمائے اہلسنت نے طے کر دیا کہ عام مسلمانوں کو ان چاروں فقہوں میں سے کسی ایک فقہ کو مان لینا چاہئے تاکہ فروعی مسائل اور وقتی حوادث میں ذاتی مصالح کا سدباب ہو سکے۔ اہل سنت والجماعت کے ان چار مذاہب کے علاوہ مسلمانوں میں بعض اور فقہیں بھی رائج ہیں جیسے فقہ جعفری۔ فقہ خارجی اور فقہ زیدی۔ ان کا تعلق شیعہ خوارج اور زیدیوں سے ہے اس لئے ان کا ذکر ہمارے موضوع سے باہر ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ ان فقہا اور ان فقہوں کے ماننے اور ان پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فروعی مسائل اور وقتی حوادث میں ان کی تفریعات و تصریحات کو تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی کو اصل ایمان قرار دیتے ہیں۔ اور ان ہی کی روشنی میں صحابہ کرام، تابعین عظام اور علمائے اسلام کا اتباع کر کے فروعات میں ان کے آرا پر عمل کرتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کے فقہی اصول | جیسا کہ معلوم ہوا ابتدا میں بہت سے بزرگوں نے اپنے اپنے طریقہ پر فقہ کو مرتب کیا اور اس پر عمل بھی رہا مگر رفتہ رفتہ اکثر فقہیں ختم ہو گئیں۔ صرف چار فقہیں باقی رہ گئیں۔ اور ان میں جو باہمی اختلاف پائے جاتے ہیں وہ بالکل قدرتی ہیں۔ فقہ کے چاروں مکاتب نے مسائل کے استخراج اور تفریع میں اپنے اپنے اصول کو پیش نظر رکھا جس سے ان کی فہم و تحقیق میں کچھ اختلاف رہا۔ اسی لئے چاروں مذاہب میں تھوڑا تھوڑا فرق ہو گیا۔

امام ابو حنیفہ کے استنباط و استخراج کے اصول خود آپ کی زبانی یوں منقول ہیں:۔

میں شرعی احکام کے استنباط میں پہلے کتاب اللہ میں غور کرتا ہوں۔ جب اس میں کوئی حکم نہیں پاتا تو سنت رسول اللہ اور ان آثار میں غور کرتا ہوں جو ثقہ راویوں سے ملتے ہیں۔ اگر سنت رسول اللہ میں بھی کامیابی نہیں ہوتی تو حضرات صحابہ میں سے جس صحابی کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس صحابی کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ جب تک قرآن میں کوئی حکم ملتا ہے حدیث کی طرف نہیں آتا۔ اور جب تک حدیث میں کوئی حکم ملتا ہے صحابہ کے قول کی طرف نہیں آتا۔ اور جب تک صحابہ کے اقوال میں کوئی حکم ملتا ہے آگے نہیں بڑھتا۔ لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی، عامر شعبی، حسن بصری، ابن سیرین اور سعید بن مسیب وغیرہ تک پہنچتا ہے تو پھر میں بھی ان ہی کی طرح اجتہاد سے کام لیتا ہوں۔

امام مالک اپنے فقہی اصول کی رو سے پہلے کتاب اللہ کو لیتے ہیں پھر سنت رسول اللہ میں سے جو حدیث ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوتی ہے اسے لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اہل حجاز کے محدثین کبار پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ نیز اہل مدینہ کے تعامل کو بڑی اہمیت دیتے ہیں خصوصاً وہاں کے اہل علم کے تعامل کو حتیٰ کہ بعض اوقات حدیث کو اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ اس پر اہل مدینہ کا عمل نہیں ہے۔

امام شافعی قرآن کے ظواہر کو اس وقت تک حجت مانتے ہیں جب تک یہ دلیل نہ مل جائے کہ یہاں یہ ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ پھر سنت رسول اللہ سے استدلال کرتے ہیں اور اس میں بڑی فراخی سے کام لیتے ہیں حتیٰ کہ خبر واحد کے راوی اگرچہ ثقہ و ضابطہ نہ ہوں لیکن اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ تو اسے قابل عمل سمجھتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک امام مالک کی طرح حدیث کی تائید کے لئے تعامل ضروری نہیں ہے اور نہ ہی اہل عراق کی طرح وہ خبر واحد کے مشہور ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔ اس کے بعد اجماع پر عمل کرتے ہیں۔ مگر اجماع بایں معنی کہ اس کے خلاف کا علم بالکل نہ ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک کلی اجماع کا علم غیر ممکن ہے۔ اس کے بعد قیاس پر عمل کرتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کی تائید کتاب و سنت سے ہوتی ہو۔

امام احمد بن حنبل کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ کو حجت مانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں خبر واحد کی سند صحیح ہونے کی شرط پر اس پر عمل کرتے ہیں۔ اقوال صحابہ کو قیاس پر مقدم مانتے ہیں۔ جب تک کسی مسئلہ میں کسی صحابی کا کوئی ملتا ہے

اس میں قیاس سے کام نہیں لیتے۔

امام ابوحنیفہ کے بعض مسائل خلاف قیاس ہوتے ہیں۔ ایسے مسائل کی تخریج کا نام فقہائے احناف کے نزدیک "استحسان" ہے۔ امام مالک بھی بعض مسائل کو مرسلہ کے طور پر مستنبط کرتے ہیں۔ اس طریقۂ استنباط واستدلال کا نام "استصلاح" ہے۔ امام شافعی استحسان اور استصلاح کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن ان ہی طریقوں کے مشابہ طریقہ پر بعض اوقات عمل کرتے ہیں جس کا نام "استدلال" ہے۔

فتنوں کا سدّباب فقہ اسلامی کی تدریجی تدوین واشاعت کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اختصار کے ساتھ نہایت جامعہ تبصرہ کیا ہے۔ ہم یہاں اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ چوتھی صدی سے پہلے عام مسلمان کسی خاص مذہب کی تقلید پر مجتمع نہیں تھے۔ بلکہ جیسا کہ شیخ ابوطالب مکیؒ نے قوت القلوبؒ میں لکھا ہے۔ یہ فقہی کتابیں اور فتووں کے مجموعے بعد کی پیداوار ہیں۔ کسی خاص شخص کی آراء و مقالات کا قائل ہونا کسی خاص مسلک پر فتویٰ دینا اس کے قول کے مطابق تفقہ پہلی اور دوسری صدی میں نہیں تھا۔ اس زمانہ میں عام مسلمان اس طریقہ کے پابند نہیں تھے۔ میں کہتا ہوں کہ دو صدیوں کے بعد لوگوں میں کچھ کچھ اثرات ظاہر ہوئے۔ اس کے باوجود چوتھی صدی تک جیسا کہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے۔ لوگ کسی خاص مذہب کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ علماء اور عوام کا حال یہ تھا کہ اجتماعی مسائل غیر عیہ میں صرف صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے۔ اس بارے میں عام مسلمان اور جمہور مجتہدین میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ البتہ وضو، غسل، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کے طریقوں کو اپنے آباؤ اجداد سے یا اپنے شہر کے معلمین سے سیکھتے تھے۔ اور فروعات میں ان کے طریقوں کو اختیار کرتے تھے۔ اور جب نئے مسائل وحوادث پیش آتے تو بلاتعین حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ جس مفتی وفقیہ کو پاجاتے مسئلہ دریافت کر لیتے یہ تو عام مسلمانوں کا حال تھا کہ ان میں سے محدثین صرف احادیث رسول اللہ اور آثار صحابہ کو لیتے تھے۔ تعارض یا کسی وجہ سے احادیث و آثار پر عمل نہ کر سکتے تھے۔ تو بعض متقدمین فقہاء کے کلام کو لیتے۔ اگر کسی مسئلہ میں دو اقوال ہوتے تو ان میں سے قوی تر قول کو لے لیتے۔ یہ خیال نہ کرتے کہ یہ فقیہ اہل مدینہ ہے یا اہل کوفہ میں سے ہے۔ اور خواص میں جو لوگ اہل تخریج تھے وہ جس مسئلہ میں تصریح نہ پاتے خود ہی تخریج اور اجتہاد کر لیتے تھے۔ یہ حضرات اپنے شیوخ واساتذہ کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ ان میں سے کسی کو شافعی اور کسی کو حنفی کہا جاتا تھا۔

اسی طرح محدثین بھی اگر کسی متقدم امام کی موافقت کرتے تھے تو اس کی طرف منسوب ہوتے تھے جیسے نسائی اور بیہقی امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں مجتہد حضرات فقیہ مانے جاتے تھے اور وہی قضا اور افتاء کے منصب پر رکھے جاتے تھے۔ بعد میں دوسرے لوگ پیدا ہوئے جو دین کی راہ مستقیم سے دور ہونے لگے اور دین کی روح سے دوری کی وجہ سے طرح طرح کی خرابیوں میں پھنسنے لگے۔ ان حالات میں مسلمانوں نے خاص خاص

مسلک کی تقلید کرلی۔ اور مزید فتنوں میں مبتلا ہونے کے مقابلہ میں کسی ایک مذہب کو پکڑ لینا بہتر جانا۔

مذاہب اربعہ کی اشاعت | گذشتہ بیان سے فقہ اسلامی کی مختصر تاریخ گذر چکی جس سے اس کا منظر اور پس منظر سامنے آگیا۔ اب ہم چاروں فقہوں کی ترویج و اشاعت کا حال اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ پورے عالم اسلام میں ان کی مقبولیت و اشاعت کس حالت میں ہوئی۔ اور کس ملک میں کون فقہی مسلک کب اور کس طرح پھیلا۔ اور موجودہ دور میں ان کے ماننے والے کہاں کہاں پائے جاتے ہیں۔

حنفی مسلک | اہل سنت کا یہ پہلا فقہی مسلک امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ متوفی ۱۵۰ ھ کی طرف منسوب ہے۔ یہ مسلک فقہ کے چاروں مسلکوں میں سب سے مقدم ہے۔ اس کی نشو ونما کوفہ میں ہوئی۔ ابتداءً عراق کے شہروں میں پھیلا۔ بعدازاں دنیا کے دور دراز ملکوں میں اس کی اشاعت ہوئی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں بغداد مصر۔ شام۔ روم۔ بلخ۔ بخارا۔ فرغانہ۔ فارس۔ ہندوستان۔ سندھ اور یمن وغیرہ کے اطراف و حدود میں پھیل گیا امام صاحب کی حیات ہی میں فقہ حنفی کو ان کے چالیس شاگردوں نے باقاعدہ مدون و مرتب کیا۔ جن میں امام ابو یوسف امام محمد۔ اور امام زفر بھی شامل تھے۔ نیز امام صاحب کے شاگردوں میں اسد بن عمرؒ نے خاص طور سے آپ کی تصانیف وفتاوے کو دنیا میں پھیلایا۔

کہا جاتا ہے کہ ۱۷۰ ھ میں جب خلیفہ ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف کو پوری خلافت اسلامیہ کا قاضی القضاۃ بنایا تو ان کے اثر و رسوخ سے مذہب حنفی حدود خلافت میں خوب پھیلا۔ اور عباسی دور میں یہ مذہب دوسرے فقہی مذاہب پر غالب رہا۔ براعظم افریقہ یعنی طرابلس۔ تیونس اور الجزائر وغیرہ میں امام ابو محمد عبداللہ بن فروخ فاسیؒ کی وجہ سے مسلک حنفی کی خوب اشاعت ہوئی۔ اس کے بعد جب اسد بن فرات بن سنانؒ وہاں قاضی ہوئے تو اس مسلک کو خوب فروغ ہوا۔ اور چوتھی صدی تک افریقہ میں اس کو غلبہ حاصل رہا۔ جب ۴۳۵ ھ میں وہاں معز بن بادیس کی سلطنت قائم ہوئی تو اس نے مالکی فقہ کو رائج کیا۔ اندلس اور فاس میں بھی حنفی مسلک قدیم زمانہ میں رائج ہوگیا تھا۔ جزیرہ صقلیہ کے اکثر مسلمان فقہ حنفی کے پیرو تھے۔

اہل مصر ۱۶۴ ھ میں اس مسلک سے اس وقت آشنا ہوئے جب خلیفہ مہدی کی طرف سے امام اسمٰعیل بن یسع کوفی کو وہاں قاضی بنا کر بھیجا گیا۔ ان کی ذات سے پہلی بار مصر کے مسلمان حنفی مسلک سے واقف ہوئے۔

چوتھی صدی کے مشہور جغرافیہ نویس اور سیاح علامہ مقدسی بشاری حنفی نے احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں اس دور کے عالم اسلام کے مذاہب پر خاص طور سے روشنی ڈالی ہے۔ اور ہر اقلیم پر کلام کرتے ہوئے وہاں کے فقہی مسلک کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہے کہ اس زمانہ میں یمن اور صنعا میں حنفی مسلک عام تھا۔ عراق کے اکثر قاضی اور فقیہ حنفی تھے۔ شام کا کوئی شہر اور دیہات ایسا نہ تھا جن میں حنفی مسلک کے

لوگ نہ ہوں۔ بسا اوقات شام کے قاضی بھی حنفی ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح بلادِ مشرق مثلاً خراسان، سجستان اور ماوراء النہر کے علاقے ترکستان شرقی اور ترکستان غربی وغیرہ میں حنفیت غالب تھی۔ اقلیم دیلم میں جرجان اور طبرستان کے بعض نواحی میں حنفی باشندے تھے اقلیم رحاب کے شہر مثلاً آرمینیہ اور تبریز میں حنفیت کا کافی زور تھا۔ اقلیم جبال اور اہواز کے شہروں میں حنفیت غالب تھی۔ ان علاقوں میں احناف کے علماء و فقہا اور قضاۃ تھے۔ فارس کے شہروں میں بڑی تعداد میں حنفی موجود تھے۔ سندھ کے قصبات اور شہر حنفی علماء و فقہاء سے معمور تھے ہندوستان کے اکثر سلاطین اور عوام حنفی تھے۔

مالکی مسلک: اہل سنت کا دوسرا فقہی مسلک مالکی ہے جو امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کی طرف منسوب ہے۔ اس کا مولد و منشاء مدینہ منورہ ہے یہاں سے پورے حجاز میں پھیلا۔ پھر بصرہ، مصر، افریقہ، اندلس، مغرب اقصیٰ، صقلیہ اور سوڈان میں اسے غلبہ حاصل ہوا۔ نیز یہ مسلک خراسان، قزوین، ابہر، یمن، نیشاپور، بلاد فارس اور بلاد شام میں خوب پھولا پھلا۔

علامہ مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں لکھا ہے کہ مالکی مذہب کو مصر میں سب سے پہلے روشناس کرانے والے امام عبدالرحیم بن خالد بن یزید بن یحییٰ ہیں۔ ان کے بعد امام عبدالرحمٰن بن قاسم نے اس کی اشاعت کی۔ چونکہ مصر میں امام مالک کے تلامذہ رہتے تھے اس لئے وہاں فقہ مالکی کو خوب مقبولیت و شہرت ملی۔ نیز عثمان بن حکم نے اس کی اشاعت میں خوب حصہ لیا۔

جب معز بن بادیس نے سلطنت قائم کی تو بلاد مغرب کے بڑے بڑے ارباب حکومت اور اہل اقتدار کو مالکی مسلک کا پیرو کار بنایا جس سے اس کو مغرب میں خوب غلبہ حاصل ہوا۔ علامہ تقی الدین فاسی مکی متوفی ۸۳۲ھ نے العقد الثمین میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں اکثر اہل مغرب مالکیہ ہیں۔ اندلس میں ابتداءً امام اوزاعی کا فقہی مسلک رائج تھا۔ اس کو سب سے پہلے صعصعہ بن سلام نے اندلس میں داخل کیا۔ لیکن دوسری صدی کے بعد یہ مسلک وہاں سے ختم ہو گیا۔ اور اس کی جگہ فقہ مالکی نے لے لی۔ جب امام مالک کے تلامذہ زیاد بن عبدالرحمٰن، غازی بن قیس، یحییٰ بن یحییٰ، قرعوس وغیرہ مدینہ منورہ سے اندلس واپس آئے تو انہوں نے اوزاعی مسلک کی جگہ مالکی مسلک کی نشر و اشاعت کی۔ نیز امیر ہشام بن عبدالرحمٰن نے لوگوں کو اس مسلک کی پیروی کا حکم دیا۔ امام یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر کی مساعی نے بھی اندلس میں اس کی ترویج کی۔ امام یحییٰ بن یحییٰ کو خلیفہ ہشام بن عبدالرحمٰن بڑی عزت و احترام سے دیکھتا تھا۔ اور اندلس میں عہدۂ قضا کے لئے وہ جس عالم کی نشاندہی کرتے اسی کو قاضی بناتا تھا نیز دوسرے سرکاری عہدوں پر ان کے مشورہ سے مالکی مذہب کے پیرو ہی فائض ہوا کرتے تھے۔ ان وجوہ سے اندلس میں فقہ مالکی کی خوب اشاعت ہوئی۔

علامہ مقدسی بشاری نے احسن التقاسیم میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی میں مالکی مذہب عراق، اہواز، بلادِ مغرب

افریقہ میں خوب مروج تھا۔ اور اندلس پر تو اس کا غلبہ تھا ہی۔

مسلک شافعی | اہل سنت کا تیسرا فقہی مسلک شافعی ہے۔ اس کی نسبت امام محمد بن ادریس شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ کی طرف ہے۔ اس کی ابتدا مصر میں ہوئی۔ امام شافعی کے اکثر تلامذہ مصری ہیں۔ اس کے بعد عراق میں اسے فروغ ہوا۔ اور تیسری صدی میں حجاز۔ بغداد۔ خراسان۔ توران۔ شام۔ یمن۔ ما وراء النہر۔ فارس۔ ہندوستان افریقہ اور اندلس تک پہنچ گیا۔ ان تمام مقامات میں کہیں شافعی مسلک کو غلبہ ہوا اور کہیں دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا بھی رواج رہا۔ مصر میں پہلے حنفیہ اور مالکیہ کا غلبہ تھا۔ مگر امام شافعی وہاں تشریف لے گئے تو ان کا مسلک خوب پھیلا۔ عراق۔ خراسان اور ما وراء النہر وغیرہ میں یہ مسلک یوں آگے بڑھا کہ افتاء اور تدریس میں حنفیہ کے ساتھ برابر ٹکر لی اور دونوں میں بڑے بڑے مناظرے اور معرکے ہوتے ایک نے دوسرے کی رد میں بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں۔ شام میں پہلے وہیں کی فقہ اوزاعی کا رواج تھا۔ لیکن جب امام ابو زرعہ محمد بن عثمان دمشقی مصر کی قضاء کے بعد دمشق کے قاضی بنائے گئے تو وہ اپنے ساتھ امام شافعی کا مسلک بھی لے گئے۔ اور اس کو پھیلایا۔ اس کے بعد دمشق کے دوسرے قضاۃ نے بھی اسی مسلک کی پیروی کی۔ قاضی ابو زرعہ دمشقی کا قاعدہ تھا کہ جو عالم فقہ شافعی کی مشہور کتاب "المختصر للمزنی" کو زبانی یاد کر لیتا اسے ایک دینار انعام دیتے۔ علامہ مقدسی نے لکھا ہے کہ چوتھی صدی میں اہل شام فقہ شافعی پر عمل کرتے تھے۔ وہاں کوئی شخص مالکی یا کسی اور مسلک کا نظر نہیں آتا تھا۔

علامہ سبکیؒ نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں لکھا ہے کہ ماوراء النہر میں محمد بن اسمٰعیل قفال مروزی شاشیؒ کی بدولت شافعی مسلک پھیلا۔ مقدسی کے بیان کے مطابق اقلیم مشرق کے بڑے بڑے شہروں مثلاً کور، شاش۔ ایلاق طوس۔ ابی ورد۔ اور فسا، وغیرہ میں شافعی مذہب غالب تھا۔ نیز ہرات۔ سجستان سرخس۔ نیشاپور اور مرو میں یہ مسلک پایا جاتا تھا۔ امام سخاویؒ نے "الاعلان بالتوبیخ" میں لکھا ہے کہ مرو اور خراسان میں احمد بن سیار نے شافعی مذہب کو عام کیا۔ ان کے بعد حافظ عبدان بن محمد ابن عیسیٰ مروزی نے اس کی اشاعت کی۔ اور اسفرائن میں امام شافعی کے مسلک اور ان کی کتابوں کو سب سے پہلے ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق نیشاپوری نے داخل کیا۔

بغداد میں فقہ حنفی کا غلبہ تھا پھر امام شافعی نے وہاں جا کر اپنے مسلک کی ترویج فرمائی۔ امام صاحب کے قدیم شاگرد حسن بن محمد زعفرانیؒ متوفی ۲۶۰ھ نے بھی بغداد میں اس مسلک کو پھیلایا۔ علامہ سبکیؒ نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ عرب کے صوبہ تہامہ میں خاندان ابی عقامہ کے ذریعہ یہ مسلک رائج ہوا۔ اندلس میں مالکی مذہب کے علاوہ اور کوئی مذہب رائج نہیں تھا حتیٰ کہ وہاں کے لوگ کسی حنفی یا شافعی کو پاتے تو نکال دیتے تھے۔ علامہ ابن اثیر کے بیان کے مطابق افریقہ سلطان یعقوب بن یوسف بن عبدالمومن نے اپنے آخری دور حکومت میں شافعیت کی میلان ظاہر کیا اور شوافع کو قاضی بنایا۔

حنبلی مسلک | اس مسلک کی نسبت امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانیؒ متوفی ۲۴۱ھ کی طرف ہے اس کا مرکز بغداد ہے۔ یہ اہلسنت کا چوتھا فقہی مسلک ہے۔ اس کی اشاعت پہلے کے مسلکوں سے کم ہوئی۔ ابن خلدون نے مقدمہ میں اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حنبلی فقہ اجتہاد سے بعید ہے۔ اور اس کا مدار زیادہ تر احادیث و اخبار پر ہے۔ اکثر حنابلہ شام اور عراق کی حدود میں ہیں۔ اور یہ لوگ احادیث و سنن کی روایت میں سب سے آگے ہیں۔ علامہ ابن فرحون نے لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب بغداد سے نکل کر شام کے اکثر شہروں میں پھیلا۔ اور مصر میں ساتویں صدی کے بعد ظاہر ہوا۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حنبلی مسلک چوتھی صدی میں بغداد اور عراق کی حدود سے باہر آیا۔ جب کہ مصر و افریقہ پر عبیدیوں کا قبضہ تھا۔ یہ باطنی اسمٰعیلی شیعہ تھے۔ انہوں نے اپنے دور اقتدار میں علمائے اہل سنت کو قتل و غارت اور جلاوطنی کے ذریعہ اپنی پوری حدود سلطنت سے ختم کر دیا تھا۔ اور رفض و تشیع کو رواج دیا۔ امام عبدالغنی مقدسی صاحب العمدہ نے سب سے پہلے مصر میں حنبلی مسلک کو پہنچایا اور اس کی ترویج کی۔ مقدسی بشاری نے لکھا ہے کہ چوتھی صدی میں یہ مذہب بصرہ، اقور، دیلم، رحاب، سوس، اور خوزستان وغیرہ میں موجود تھا۔ اس زمانہ میں بغداد پر حنبلیت اور تشیع کو غلبہ حاصل تھا۔

علامہ ابن اثیر نے تاریخ الکامل میں ۳۲۳ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ:۔

اس زمانہ میں بغداد میں حنابلہ کو بڑی شوکت حاصل ہوئی۔ یہ لوگ امراء کے مکانات پر دھاوا بول کر نبیذ وغیرہ پاتے تو گرا دیتے۔ مغنیہ کو پاتے تو مارتے اور باجے اور دیگر سامان لہو و لعب توڑ کر پھینک دیتے اور منکرات پر اتنی شدت اختیار کرتے کہ اہل بغداد پریشان ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورے شہر بغداد میں اعلان ہو گیا کہ دو حنبلی ایک جگہ جمع نہ ہوں۔ اور نہ اپنے مسلک کے بارے میں گفتگو کریں۔ حنبلی مذہب کا کامل غلبہ بلاد نسجد کے علاوہ اور کہیں سننے میں نہیں آیا۔ فتنۂ خلق قرآن میں امام احمد کے ابتلاء اور عباسی خلفاء و امراء اور معتزلہ کی مخالفانہ سرگرمی سے اس مسلک کی راہ میں رکاوٹ ہوئی۔

موجودہ زمانہ میں مذاہب اربعہ کے پیرو | موجودہ زمانہ میں ان چاروں مذاہب کے ماننے والے کہاں کتنے ہیں اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ البتہ مغرب اقصیٰ، تیونس، طرابلس، الجزائر اور کئی افریقی ممالک میں مالکی مسلک رائج ہے۔ صعید اور سوڈان میں مالکیہ ہیں۔ احناف بھی بکثرت ہیں۔ حکومت کا مذہب حنفی ہے۔ اور کچھ لوگ حنبلی مسلک سے تعلق رکھنے والے بھی ہیں۔

شام کے مسلمان آدھے حنفی، ایک چوتھائی شافعی اور ایک چوتھائی حنبلی ہیں۔ فلسطین میں شوافع کا غلبہ ہے۔ مالکی اور حنفی بھی ہیں۔ عراق میں حنفی مسلک کو عروج ہے۔ شافعی، مالکی اور حنبلی بھی ہیں۔ ترکی، البانیہ اور بلقان میں احناف کو غلبہ حاصل ہے۔ کردستان اور آرمینیہ پر شوافع کا اثر و رسوخ ہے۔ فارس کے اہلسنت میں شوافع زیادہ ہیں۔

کچھ احناف بھی ہیں۔ افغانستان میں حنفی غالب ہیں۔ کچھ شافعی اور حنبلی بھی ہیں۔ ترکستانات غربی جس میں خیوہ (خوارزم) بخارا، تاشقند، ازبکستان، ترکمانیہ، قرغیریہ، قزاقستان، آذربائیجان وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں حنفی ہیں اور ترکستانات شرقی (سنکیانگ) میں بھی حنفی ہیں۔ ساتھ ہی کچھ شافعی ہیں۔ بلاد قوقاز میں احناف کو غلبہ حاصل ہے۔ کچھ شوافع بھی ہیں۔ ہندوستان میں قدیم زمانہ میں شوافع زیادہ تھے۔ سندھ میں ان کی اکثریت تھی مغربی سواحل پر قدیم زمانہ سے عربی النسل مسلمان آباد تھے۔ ان کا مسلک شافعی تھا۔ کوکن۔ مدراس اور مالابار میں اب بھی شوافع بکثرت آباد ہیں۔ اس زمانہ میں ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں حنفی مسلک رائج ہے جزیرہ مالدیپ کے ۹۳ ہزار مسلمان سب کے سب شافعی ہیں۔ پہلے یہاں مالکی مذہب تھا۔ سیلون (سری لنکا) جاوا۔ سماترا۔ جزائر شرق الہند اور جزائر فلپائن میں شوافع زیادہ ہیں۔ سیام (تھائی لینڈ) کے مسلمان زیادہ تر شافعی ہیں امریکہ کے علاقہ برازیل میں ۴۵ ہزار حنفی مسلمان آباد ہیں۔ نیز امریکہ کے دوسرے علاقوں میں تقریباً ایک لاکھ ۴۰ ہزار مسلمان ہیں۔ جو مختلف مسلک کے پیرو ہیں۔

حجاز میں شافعی اور حنبلی غالب ہیں۔ دیہاتوں میں احناف کے ساتھ مالکیہ بھی ہیں۔ اہل نجد حنبلی ہیں۔ اہل عسیر شافعی۔ نیز یمن۔ حضرموت اور عدن کے اہلسنت شافعی ہیں۔ عدن میں احناف بھی ہیں۔ عمان پر فرقہ اباضیہ (خوارج) کا غلبہ ہے۔ اسی کے ساتھ وہاں حنبلی اور شافعی بھی ہیں۔ قطر اور بحرین میں مالکی مسلک عام ہے اسی کے ساتھ وہاں نجد کے حنابلہ بھی ہیں۔ احسا کے اہلسنت میں حنبلی اور مالکی غالب ہیں۔ کویت پر مالکیہ کا اثر ہے۔

موجودہ دور میں مذاہب اربعہ کے بارے میں یہ معلومات تقریباً ۵۰ سال پہلے سے تعلق رکھتی ہیں اس کے بعد یورپ، امریکہ اور افریقہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد وجود میں آگئی ہے جو مختلف مکاتب فقہ سے تعلق رکھتی ہے
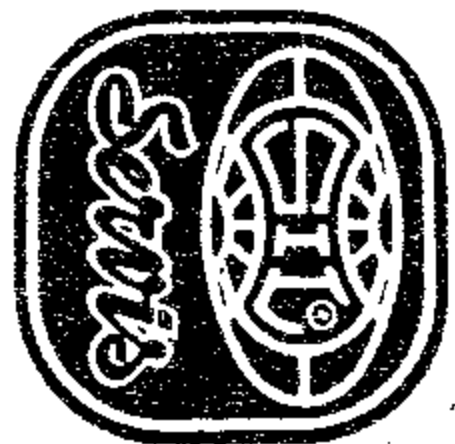
اطلاع عام

وفاقی شرعی عدالت
اسلام آباد
۱۷ اگست ۱۹۸۳ء
۴۶۔ ۱، مارگلہ روڈ۔ ایف۔ ۳/۶

حال ہی میں آرٹیکل ڈی ۲۰۳ آئین پاکستان ۱۹۷۳ء میں ایک ترمیم کی رو سے وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان تمام قوانین کی جو اس کے دائرہ اختیار کے اندر ہوں۔ اس نتیجہ سے جانچ پڑتال کر سکتی ہے کہ وہ کس حد تک قرآن کریم اور سنت رسولؐ کے احکام سے متعارض ہیں۔

عوام الناس کو بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ عدالت ہذا نے قبل ازیں ۳۵۴ مرکزی قوانین پر جنہیں قبل ازیں وقتاً فوقتاً اخبارات میں مشتہر کیا گیا تھا فیصلہ صادر کر دیا ہے۔ اب عدالت ہذا درج ذیل ۴۸ صوبائی قوانین جو صوبہ پنجاب سے متعلق ہیں، کے قرآن و سنت کے متعارض ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہر ایک کے مقابل کالم نمبر ۴ میں درج تاریخوں پر غور و خوض کرے گی۔ لہٰذا عوام سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ مذکورہ کالم نمبر ۳ تک عدالت ہذا کو مطلع فرمائیں کہ کون سی دفعات اور کس حد تک قرآن و سنت سے متصادم اور متعارض ہیں۔ اس سلسلے میں ہر دفعہ کے متعلق اپنی رائے کے ساتھ قرآن کریم، احادیث اور فقہی آراء کے مکمل حوالے بھی دیں۔ جن صاحب کی عدالت میں حاضری کی ضرورت سمجھی جائے گی ان کو بذریعہ نوٹس ان کے پتہ پر اطلاع دے دی جائیگی کہ وہ ایک خاص مقررہ تاریخ کو عدالت میں حاضر ہو کر اپنی رائے پیش کریں۔

نمبر شمار	قانون کا نام	آراء بھیجنے کی تاریخ	سماعت کی تاریخ
	THE PUNJAB CODE VOL:I		
1.	The Societies Registration Act, 1860 (Act XXI of 1860).	24-9-83	1-10-83
2.	The Police Act, 1861. (Act V of 1861)	-do-	-do-
3.	The Public Gambling Act, 1867. (Act III of 1867)	-do-	-do-
4.	The Punjab Murderous Outrages Act, 1867. (Act XXIII of 1867)	-do-	-do-
5.	The Court-Fees Act, 1870 (Act VII of 1870)	-do-	-do-
6.	The Punjab Laws Act, 1872 (Act IV of 1872)	-do-	-do-
7.	The Canal and Drainage Act, 1873, (Act VIII of 1873)	-do-	-do-
8.	The Dramatic Performances Act, 1876 (Act XIX 1876).	-do-	-do-
9.	The Land Improvement Loans Act, 1883 (Act XIX of 1883).	24-9-83	1-10-83
10.	The Land Acquisition (Mines) Act, 1885. (Act XVIII of 1885)	-do-	-do-
11.	The Suits Valuation Act, 1887. (Act VII of 1887)	-do-	-do-
12.	The Provincial Small Cause Courts Act, 1887. (Act IX of 1887).	-do-	-do-
13.	The Punjab Tenancy Act, 1887 (Act XVI of 1887)	-do-	-do-
14.	The Land Acquisition Act, 1894. (Act I of 1894).	24-9-83	1-10-83
15.	The Prisons Act, 1894. (Act IX of 1894)	25-9-83	2-10-83
16.	The Reformatory Schools Act, 1897. (Act VIII of 1897)	-do-	-do-

17. The Stamp Act, 1899. (Act II of 1899).	-do-	-do-
18. The Punjab Land Preservation Act, 1900. (Act II of 1900).	-do-	-do-
19. The Prisoners Act, 1900. (Act III of 1900).		
20. The Punjab Alienation of Land Act, 1900 (Act XIII of 1900).	-do-	-do-
21. The Punjab Court of Wards Act, 1903. (Act II of 1903).	-do-	-do-
22. The Punjab Minor Canals Act, 1905. (ActIII of 1905).	-do-	-do-
23. The Whipping Act, 1909. (Act IV of 1909).	-do-	-do-
24. The Race Courses Licensing Act, 1912. (Act III of 1912)	-do-	-do-
25. The Colonization of Government Lands (Punjab Act, 1912) (Act V of 1912).	-do-	-do-
26. The Punjab Pre-emption Act, 1913. (Act I of 1913).	-do-	-do-
27. The Punjab Forest (Sale of Timber) Act, 1913. (Act III of 1913).	-do-	-do-
28. The Punjab Excise Act, 1914. (Act I of 1914)	25-9-83	2-10-83
29. The Punjab Military Transport Act, 1916.(Act I of 1916).	26-9-83	3-10-83
30. The Restriction of Habitual Offenders(Punjab) Act, 1918. (Act V of 1918).	-do-	-do-
31. The Town Improvement Act, 1922. (Act IV of 1922).	-do-	-do-
32. The Court-Fees (Punjab Amendment) Act, 1922.(Act VII of 1922).	-do-	-do-
33. The Repealing (Punjab Loans Limitation) Act, 1923. (Act III of 1923).	-do-	-do-
34. The Punjab Local Option Act, 1923. (Act V of 1923)	26-9-83	3-10-1983
35. The Stage Carriages (Punjab Amendment) Act, 1924. (Act III of 1924).	-do-	-do-
PUNJAB CODE VOL:II		
36. The Opium (Punjab Amendment) Act, 1925. (Act III of 1925)	-do-	-do-
37. The Cooperative Societies Act, 1925 (Act VII of 1925).	-do-	-do-
38. The Sikh Gurdwaras Act, 1925. (Act VIII of 1925)	-do-	-do-
39. The Cotton Ginning and Pressing Factories Act, 1925 (Act XII of 1925).	-do-	-do-
40. The Punjab Aerial Ropeways Act, 1926. (Act V of 1926).	-do-	-do-

41.	The Prisons (Punjab Amendment) Act, 1926.(Act IX of 1926).	-do-	-do-
42.	The Good Conduct Prisoners Probational Release Act, 1926. (Act X of 1926).	-do-	-do-
43.	The Punjab Borstal Act, 1926 (Act XI of 1926).	27-9-83	4-10-83
44.	The Cotton Industry (Statistics) Act, 1926.(Act XX of 1926).	-do-	-do-
45.	The Forest Act, 1927. (Act XVI of 1927).	-do-	-do-
46.	The Hindu Gains of Learning Act, 1930. (Act XXX of 1930).	-do-	-do-
47.	The Punjab Relief of Indebtedness Act, 1934. (Act VII of 1934).	-do-	-do-
48.	The Punjab State Aid to Industries Act, 1935.(Act V of 1935).	-do-	-do-
49.	The Punjab Criminal Procedure (Election Offences) Amendment Act, 1936. (Act I of 1936).	-do-	-do-
50.	The Punjab Debtors Protection Act, 1936.(Act II of 1936).	-do-	-do-
51.	The Punjab Copying Fees Act, 1936. (Act V of 1936).	-do-	-do-
52.	The Suits Valuation (Punjab Amendment)Act, 1938. (Act I of 1938).	-do-	-do-
53.	The Court-Fees (Punjab Amendment) Act, 1939. (Act IV of 1939).	-do-	-do-
54.	The Punjab Electricity Act, 1939. (Act VI of 1939).	-do-	-do-
55.	The Factories (Punjab Amendment) Act, 1940. (Act VII of 1940).	-do-	-do-
56.	The Code of Criminal Procedure (Punjab Amendment), Act, 1940. (ActXI of 1940).	28-9-83	5-10-83
57.	The Registration (Punjab Amendment)Act, 1941. (Act VIII of 1941).	-do-	-do-
58.	The Punjab Electricity (Emergency Powers) Act, 1941. (Act XIV of 1941)	-do-	-do-
59.	The Court-Fees (Punjab Amendment) Act, 1942. (Act I of 1942).	-do-	-do-
60.	The Multi-Unit Co-operative Societies Act, 1942 (Act VI of 1942).	-do-	-do-
61.	The Music in Muslim Shrines Act, 1942. (Act VII of 1942).	-do-	-do-
62.	The Suits Valuation (Punjab Amendment), Act 1942 (ActXIII of 1942).	-do-	-do-
63.	The Public Health (Emergency Provisions) Ordinance, 1944. (Ordinance XXI of 1944).	-do-	-do-
64.	The Forest (Punjab Amendment) Act, 1948 (Act IV of 1948).	-do-	-do-

65.	The Police (Punjab Amendment) Act, 1949 (Act XII of 1949).	-do-	-do-
66.	The Thal Development Act, 1949. (Act XV of 1949).	-do-	-do-
67.	The Punjab Electricity (Emergency Powers) Control of Supply) Act, 1949. (Act XVII of 1949).	-do-	-do-
68.	The Punjab Protection and Restoration of Tenancy Rights Act, 1950. (Act XIII of 1950).	-do-	-do-
69.	The Punjab Government Lands (Resumption of Grants and Extinguishment of Rights) Act, 1950. (Act XVI of 1950).	-do-	-do-
70.	The Sugar Factories Control Act, 1950 (Act XXII of 1950).	-do-	-do-
71.	The Punjab Universities and Boards of Intermediate and Secondary Education Mal-practices Act, 1950. (Act XXXII of 1950).	29-9-83	8-10-83
72.	The Dera Ghazi Khan Excluded Area Electoral Laws Regulation, 1950. (Regulation I of 1950).	-do-	-do-
73.	The Dera Ghazi Khan Excluded Area Laws Regulation, 1950 (Regulation II of 1950).	-do-	-do-
74.	The Court-Fees (Punjab Amendment) Act, 1951, (Act I of 1952).	-do-	-do-
75.	The Punjab Abolition of Jagirs Act, 1952. (Act IX of 1952).	-do-	-do-
76.	The Canal and Drainage (Amendment) Act, 1952 (Act, XIV of 1952).	29.9.83	8.10.83
77.	The Punjab Development of Damaged Areas Act, 1952. (Act XV of 1952).	-do-	-do-
78.	The Punjab Soil Reclamation Act, 1952. (Act XXI of 1952).	-do-	-do-
79.	The Punjab Children Act, 1952 (Act VI of 1953).	-do-	-do-
80.	The Punjab Youthful Offenders Act, 1953. (Act XIV of 1953).	-do-	-do-
81.	The Charitable Funds (Regulation of Collections) Act, 1953. (Act XXXI of 1953).	-do-	-do-
82.	The Police (Amendment) Act, 1956. (Act V of 1956).	-do-	-do-
83.	The Punjab General Clauses Act, 1956. (Act VI of 1956).	-do-	-do-
84.	The Punjab Requisitioning of Immovable Property (Temporary Powers) Act, 1956. (Act VII of 1956).	-do-	-do-

ایس اے نظامی (رجسٹرار) وفاقی شرعی عدالت

فون
۲۰۵۲۱

از جناب عبدالرشید بن خواجہ محمد نور بخش ھلیلیؒ سمرلیف

احسان و سلوک کی دنیا

——— اہل دل اور اولیاء اللہ کی باتیں

۱ - منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک فاسق کو اس کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور اس سے اس کے حالات دریافت کئے۔ فاسق نے کہا کہ مجھے بخش دیا گیا ہے۔ اس شخص نے تعجب سے پوچھا کہ کس نیک عمل کی بدولت تو بخش دیا گیا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک دن حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے تھے۔ میں بھی اس دعا میں شریک تھا۔ اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا۔ اس دعا کے طفیل مجھے بخش دیا گیا۔ (مکتوبات معصومیہ)

کیا ہی بھلے تھے وہ گنہگار جو بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے فیوضات، برکات اور دعاؤں سے فیض یاب ہوتے تھے۔

۲ - ایک دن لوگوں نے حضرت ابوعلی الشبولی المروزی قدس سرہٗ کو کہیں جاتے ہوئے دیکھا، تو پوچھا کہ یا حضرت! کہاں تشریف لے جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میں فلاں خانقاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ کیونکہ وہاں اہل اللہ درویش موجود ہیں۔ اور میں نے کسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ روزانہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آسمان سے درویشوں پر ایک سو بیس رحمتیں برستی ہیں۔ ممکن ہے کہ اس رحمت میں سے کچھ حصہ مجھ پر بھی برسے۔ اور حضرات بزرگ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو ان حضرات کے ساتھ رکھیں۔ اور ان کی اور ان کے دوستوں کی نظروں کے سامنے رہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ایک عاشق کس طرح اپنے آپ کو رسوا اور ذلیل ظاہر کرتا ہے۔ اگر آپ اس طرح کے اہل اللہ درویشوں کے عاشق نہیں بن سکتے۔ تو (یہ بات تو ہو کہ) کل (قیامت کے دن) جب پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ تو تم یہ کہہ سکو کہ میں اُن کے دوستوں میں سے ہوں۔ جب تو اہل اللہ درویشوں کی باتیں سنے، اگرچہ تو اُن کے معنی نہ سمجھے تو بھی سر کو ہلا (گویا سمجھ کر سر ہلا رہا ہے) تاکہ

کل تو کہنے والا ہو کہ میں بھی ان کا کلام سن کر سر ہلانے والوں میں سے ہوں تاکہ درویش یہ کہنے والے ہوں کہ آئیے کہ ہم پر تمہارا حق ہے۔ اور اس سبب سے تیری رہائی ہو جائے۔ (نفحات الانس جامی)

۳۔ پابندِ شریعت اللہ والوں کی صحبت کی اہمیت مرشدنا و سیدنا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی مندرجہ ذیل ہدایت سے ظاہر ہے۔

(اللہ والوں کی) اس جماعت کی محبت تمام ضروریات میں سے ہے۔ اللہ تعالےٰ اس صحبت میں داخل فرمائے ؎

گرد ستاں گرد اگر مے کم سد بوئے سد گرچہ بوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است

(یعنی وہ اہل اللہ جو معرفت و محبت الٰہی کے نشے میں مخمور ہیں، تم ان کی مبارک صحبت میں جا کر فیض حاصل کرو۔ اگر تم کو ان کی صحبت میں محبت الٰہی کی دولت حاصل نہ ہوگی، تو کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور پہنچے گی۔ اگر محبت کی خوشبو تجھے حاصل نہ ہوئی، تو ان کی زیارت ہی تیرے لئے کافی ہے کہ تو ان کو دیکھ کر رجوع الی اللہ ہو جائے گا۔) (از مکتوبات ۲۰۳۔ دفتر اول۔

۴۔ حضرت مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ انسان کی بود و باش ایسی مجلس میں ہونی چاہیئے۔ جس میں بیٹھ کر اسے اپنے گناہ یاد آجائیں۔ اور وہ ان سے استغفار کرنے والا ہو۔

(طبقات ابن سعدؒ جلد ۶)

۵۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درویشوں سے محبت۔ اور ان سے اخلاص کا معاملہ رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور عظیم الشان دولت ہے۔

(از مکتوبات۔ ۱۱۱ دفتر سوم)

؎ حافظ از آب حیات ازلی میخواہی منبعش خاکِ در خلوت درویشاں ست

ایک شخص نے دس ہزار درہم حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کئے اور بہت عاجزی سے عرض کی کہ انہیں قبول فرمائیں آپ نے فرمایا کہ کیا تو یہ بات پسند کرتا ہے کہ میں یہ رقم قبول کر لوں۔ اور میرا نام درویشوں کی فہرست میں سے کاٹ دیا جائے؟ لہٰذا آپ نے اتنی رقم کثیر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (کیمیائے سعادت فارسی ص۳۹۵)

آپ کا یہ قول ہے کہ: ہم نے فقیری طلب کی، تو غنا خود بخود سامنے آگئی۔ اور لوگوں نے غنا

کو طلب کیا تو فقیری (محتاجی) ان کے سامنے آئی۔ (ماہنامہ تذکرہ دیوبند اکتوبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۳۰)

سبحان اللہ! حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے دولت و سلطنت کو اپنی خوشی سے ترک کرکے زہد اختیار کیا تھا۔ اسلئے ان کو دنیاوی مال و دولت کی طرف رغبت نہ تھی۔ ہم کمزور اس بلند پایہ بزرگ کے مرتبے کو تو نہیں پاسکتے۔ اور ان جیسا زہد اختیار کرنے سے عاجز ہیں۔ مگر اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرکے کم از کم اتنا تو ضرور کرنا چاہیئے کہ بقدرِ قوت روزی پر قانع اور شاکر رہیں۔ اور حلال روزی کو جائز کسب سے حاصل کریں۔ حرام و مشتبہ سے کنارہ کریں۔ رشوت، کاروبار میں ٹھگی، دغا، فریب، جھوٹ، چوری اور ڈاکہ زنی وغیرہ سے دوسروں کے مال کو خورد برد نہ کریں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ زہد کس چیز کا نام ہے آپ نے فرمایا کسب حلال اور آرزو کا کوتاہ ہونا زہد ہے۔ (مشکوٰۃ)

لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ حصولِ روزی کے لئے کوئی شرعی حلال پیشہ اختیار کریں۔ اور اس کاروبار کے شرعی احکام و آداب کا خیال رکھیں۔ اور اس ذریعہ بقدر ضرورت روزی حاصل کرکے "قناعت اختیار کریں"۔

حدیث شریف میں ہے کہ فقراء جنت میں دولتمندوں سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوں گے (مشکوٰۃ)

نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے۔ تو اس کو دنیا سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔ (ایضاً)

حرص بری خصلت ہے آپنے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ انسان کے دین کو جاہ و دولت کی حرص نقصان پہنچاتی ہے۔ (ایضاً)

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور اپنی روزی حلال

مرثیۂ علامۂ شمس الحق افغانی

از

مولانا لطافت الرحمان سواتی
جامعہ اسلامیہ بہاولپور
سابق استاذ دار العلوم حقانیہ

نعيت بموت استاذٍ كبير   كثير العلم معدوم النظير
نعيت بفوت مولى عبقريٍّ   بشمس الحق فى الدنيا شهير
نقيد المثل فى علمٍ و درس   وحيد الدهر ذى فضل كبير
تتلمذ عند انورشاه شيخٍ   امام حجة ثبتٍ امير
امير فى الحديث وكل فن   وحلّال لمضمونٍ عسير
فكان كشيخه بحّاثَ علمٍ   خضمٌّ للعلوم بلا نكير
فوا اسفًا باستاذٍ عظيمٍ   كطود تحت الواحٍ اسير
كريمٍ عالمٍ خبرٍ جليلٍ   خطيبٍ مصقعٍ بدرٍ منير
فشمس الحق شمس الحق حقًا   اشاع العلم فى البر الصغير
ونعيُ وفاته خبرٌ فجيعٌ   لكل كبير علمٍ او صغير
وهذا الرزء ظلماتٌ لحزنٍ   كظلمات الليالى وسط بير
بپاكستان هندٍ بل جميعًا   مواطن مأتم الخطب الكبير
واهل العلم ايتامٌ بكاةٌ   بفقد العالم البرّ الخبير
خبيرٍ فى العلوم على اقاصى   مراجعها وعلام بصير
ويبكيه البلاد ومن عليها   بكاءً بالصراخ وبالزفير
وكان جليل علمٍ لا يبارى   كمعجزة من الله القدير
ولست انى بحق ثناء شيخٍ   باكثر من مدائحنا جدير
وما ضاهاه فى الماضى وحالٍ   من الاعلام ذو علمٍ غزير
وفضلاً ان يماثله بفضل   ولنور الشمس اعظم كل نور
ولا استطيع وصف همام عصرٍ   وسلطانٍ به لبسُ الفقير
وجالست الفقيد كثير وقتٍ   لاعلق منه بالشيئ اليسير
ولكن شان محرومين مثلى   هو الحرمان من حظٍّ خطير
وانّ اكابر العلماء غابوا   كغدرانٍ من الماء النمير
فيا ديوبند انتِ لهم كامٌّ   ويا ديوبند دمت مدى الدهور
وان لطافت الرحمان يبكى   بافغانيّ مدفون الحفير

قارئین بنام مدیر

افکار و اخبار

- اسلامی علوم کی تحصیل کفرستان مغرب سے
- فری میسن پر کام
- کشف المحجوب للھجویری

اسلامی علوم کی ڈگریاں مگر مغرب کی جامعات سے | ایک اہم مسئلہ کیطرف توجہ دلانا چاہتا ہوں ، آپ مجلس شوریٰ میں بھی اس مسئلہ کو اٹھا سکتے ہیں وہ یہ کہ حکومت پاکستان علوم اسلامیہ میں اعلیٰ تعلیم کیلئے ہر سال مغرب کی جامعات میں طلبہ وطالبات کو بھیجتی ہے ۔ ایک طالب علم پر حکومت تقریباً دس لاکھ روپیہ خرچ کرتی ہے یہاں اکثر اساتذہ غیر مسلم ہوتے ہیں اور عام طور پر مسلمان طالب علموں سے ایسے کام کراتے ہیں جو ان کے مفید طلب ہوں ۔ اس طرح طلبہ مغرب کی جامعات میں دینی علوم کی اعلیٰ سند کے لئے کام کر رہے ہیں جن کے اخراجات یقیناً کروڑوں میں ہوں گے ۔ میرے خیال میں اتنی بڑی رقم خرچ کر کے اپنے ملک میں زیادہ بہتر کام کرایا جا سکتا ہے ۔ علم دین تو بہر حال "نور اللہ" ہے اس کے لئے جس مقدس پاکیزہ ماحول کی ضرورت ہے وہ یہاں کے مادہ پرستانہ ماحول میں میسّر نہیں آسکتا بعض طلبہ ڈگری کی خاطر دین کی صحیح روح سے بہت دور چلے جاتے ہیں اور انہی کا مہیا کردہ مواد مستشرقین کیلئے خام مال کا کام کرتا ہے ہاں اگر اسلامی ممالک میں دینی علوم کے لئے بھیجا جائے تو کوئی جواز ہو سکتا ہے کہ منازل تنزیل اور مقامات انبیاء میں پھر ایک روحانیت کی تاثیر ہو گی ۔

(ابو الفوزان ۔ انگلینڈ)

فری میسن پر کام | خاکسار گذشتہ سال امریکہ میں تھا جہاں آپ کی خدمت میں مفصل خط لکھا ۔ الحق باقاعدگی سے ملتا رہا ۔ فرقہ روشنیہ کے بارے میں مضامین نظر سے گذرے میں نے فری میسن تحریک پر بہت سا مواد اکٹھا کیا ہے ۔ اور بہت سی لائبریریوں کی خاک چھان کر اس یہودی فتنہ کے عواقب وعوامل کا جائزہ لیا ہے ۔ اس موضوع پر قلم اٹھانے کا ارادہ ہے اور مسیلمہ کے جانشینوں (قادیانیوں) کے محاسبہ (بشکل کتاب "قادیان سے اسرائیل تک" مطبوعہ مؤتمر المصنفین کے بعد اس طرف توجہ مبذول کرنا ضروری ہے انگریزی میں بھی کچھ کام شروع کیا ہے ۔

(ابو مدثرہ)

کشف المحجوب للهجویری پر تحقیق | مجلہ الحق را کما فی السابق دریافت می دارم وازین کہ این مجلہ را برائے این حقیر ارسال می فرمائید بسیار سپاسگزارم. نقش آغاز ہموارہ جاذب وجالب نکراست بہ ہمین ترتیب مقالات علمی وتحقیقی در علوم اسلامی دیگر اساتذہ عالی مقام این روزہا کہ من ریٹائرڈ (متقاعد) شدہ ام مشغول جستجو وتحقیق روی کشف المحجوب حضرت ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی الھجویری الغزنوی (المتوفی میان سالہائے ۴۷۵ - ۵۰۰ ھ) می باشم از خدائے بزرگ درخواست دارم کہ مرا چراغ توفیق فرا راہم دارد تا آن را بہ پایان برم۔

(محمد حسین تسبیحی، طہران - ایران)

فوجی چھاؤنی اور قادیانی | ہماری رسالپور چھاؤنی میں قادیانیوں نے اپنے باطل مذہب کی اشاعت زور شور سے شروع کی ہے۔ چند فوجی افسر (فلاں فلاں کے نام) قادیانیت کے پرچار میں سرگرم ہیں جبکہ انکی ڈیوٹی ملک اور قوم کا دفاع ہے۔ یہ لوگ ایک مسجد اور مرکز قائم کرنے میں کوشاں ہیں۔ سنٹر کی نے اس مرکز کو بنانے کی درخواست کو کنٹونمنٹ ایگزیکٹو آفیسر رسالپور کے پاس بھیج دیا ہے۔ انہوں نے پشاور (ایم۔ای۔او) کے پاس بھیج دیا ہے جبکہ مسلمانوں میں بے چینی ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی لگائی جائے اور قادیانی مرکز کی ہرگز اجازت نہ دی جائے اور متعلقہ قادیانی افسروں کو سختی سے ایسے کاموں سے روکا جائے۔

(اہالیان رسالپور چھاؤنی صدر بازار)

کمپیوٹر اور اوقات نماز | الحق میں مضمون "کمپیوٹر اور اوقات نماز" میں پروفیسر عبداللطیف صبح صادق ۱۸ درجہ زیر افق کے مطابق داخل بتاتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اسلامی کتابیں ۱۸ درجہ زیر افق پر صبح کاذب اور ۱۵ درجہ زیر افق پر صبح صادق بتاتی ہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں مفتی رشید احمد صاحب حق پر ہیں کیونکہ ان کے صبح صادق کے اوقات ۱۵ درجہ زیر افق کے ہیں جو اسلامی کتابوں کے عین مطابق ہیں (احسن الفتاویٰ جلد دوئم صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷ مرتبہ مفتی رشید احمد صاحب) میں فاضل مضمون نگار سید شبیر احمد۔ کاکاخیل۔ ۱۶ ڈبی ہنسٹک کالونی۔ نیلور۔ راولپنڈی سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس کے پاس ۱۸ درجہ زیر افق پر صبح صادق کے کوئی اسلامی کتابوں کے ثبوت ہیں۔ اگر ہوں تو ہمیں بتائیں مگر ۱۸ درجہ زیر افق پر صبح صادق کا کوئی ضعیف سے ضعیف قول بھی نہیں ملتا۔ (احسن الفتاویٰ جلد دوئم صفحہ ۱۹۲۔ مرتبہ مفتی رشید احمد صاحب)

حاجی محمد اسحاق۔ مکان نمبر ۸/۴/۳
محلہ میاں بادشاہ۔ کوہاٹ شہر

مشاہیر علماء سرحد

از حافظ محمد ابراہیم صاحب فانیؔ

حضرت مولانا **پوردل** صاحب قندہاریؒ

آپ کے نسب وولادت خاندانی تذکرہ اور ابتدائی حالات ابھی تک مستور ہیں۔ البتہ اجلہ مشاہیر میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ افغانستان کے صوبہ قندہار سے تعلق رکھتے تھے۔ اس وجہ سے قندہاری کا لاحقہ ان کے نام کا جزء بن گیا ہے۔
تحصیل علم کے لئے افغانستان کے علاوہ سرحد اور ہندوستان کا سفر کیا۔ صوبہ سرحد میں مشہور علمی مرکز موضع زروبی (ضلع مردان) کو تشریف لائے۔ اور حضرت العلامہ مولانا شاہ سعید صاحب متوفی ۱۳۰۷ھ زروبی رحمہ اللہ جو کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ کے نانا اور جامع العلوم شخصیت تھے۔ علوم حکمیہ وفلسفیہ کے ساتھ اصول فقہ تفسیر اور حدیث میں آپ کو نہایت مہارت حاصل تھی۔ لیکن معقولات میں آپ یگانہ روزگار تھے اس وجہ سے لوگ آپ کو معقولی مولوی کہا کرتے تھے۔ آپ نے ان سے منطق وفلسفہ اصول و عقائد اور دوسرے علوم کی تکمیل کی۔ عرصہ چار سال تک آپ ان کے زیر سایہ رہے۔ مولانا قطب الدین صاحب غورغشتوی رحمہ اللہ مولانا سیف الرحمٰن صاحب مہاجر کابل رحمہ اللہ ان ہر دو حضرات جیسے عبقری شخصیات کے ساتھ زروبی کی مسجد بھائی خیل میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ ہم سبق ہونے کے ناطے ان کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم اور بے تکلفی تھی۔

اسناد حدیث کے لئے آپ ہندوستان تشریف لے گئے۔ اور اس وقت کے مشہور شیخ عالم کبیر مفتی لطف اللہ بن اسد اللہ علی گڑھی متوفی ۱۳۳۴ھ اور دوسرے علماء بارعین سے تکمیل علوم کر کے سند فراغت حاصل کی تحصیل و تکمیل علوم کے بعد آپ عازم رامپور ہوئے۔ وہاں آپ نے شادی کی۔ اور کچھ مدت تک تدریس میں مشغول رہے۔ رامپور سے آپ نے ٹونک کے لئے رخت سفر باندھا۔ کیونکہ بقول ابن خلکان ہند نابغہ عصر شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، "ٹونک اس وقت درس و تدریس کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔"

راجپوتانہ کے اس ریگستان میں وہی ایک سرسبز و شاداب علمی خطہ تھا۔ جہاں سرحد و افغانستان تک سے شمع علم کے پروانے ہجوم کرتے تھے۔ اس وقت وہاں دو مستقل مدرسے طلباء اور شائقین علم کا ملجا بنے ہوئے تھے۔ ایک مدرسہ خلیلیہ دوسرا مدرسہ ناصریہ۔ پہلے کے سرپرست خود والی ریاست نواب ابراہیم علی خان مرحوم تھے۔ یہاں حکیم برکات احمد صاحب مسند آرائے تدریس تھے جو مولانا عبدالحق خیر آبادی کے مایہ ناز شاگرد اور ان کے علم کے وارث سمجھے

جاتے تھے اور جن کی علوم عقلیہ میں شہرت ہندوستان سے تجاوز کر کے افغانستان و یاغستان تک پہنچ چکی تھی۔ دوسرے مدرسہ ناصریہ کے سرپرست نواب صاحب کے بھائی صاحبزادہ عبدالرحیم خان تھے۔ یہاں بھی کئی جید عالم مسند درس و افادہ آراستہ کئے ہوئے تھے۔ جن میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب ٹونکی[1] خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا سید عبدالحی الحسنی نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۹۳ المولوی پوردل الکابلی کے زیر عنوان رقمطراز ہیں۔

ثم سافر الی ٹوک وولی التدریس فی المدرسۃ الخلیلۃ بہا۔ فدرس بہا مدہ ثم اخرجہ امیر الطوک لخلاف وقع بینہ و بین الحکیم برکات احمد فسار الی دہلی وولی التدریس فی المدرسۃ النعمانیہ فدرس بہا الی آخر عمرہ۔ یعنی اس کے بعد آپ ٹونک تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہ مدرسہ خلیلیہ (جس کا تذکرہ اوپر لکھا گیا) میں مدرس مقرر ہوئے۔ کچھ مدت تک آپ وہاں مدرس تھے۔ لیکن ٹونک کے امیر نے آپ کو اس وجہ سے نکالا۔ کیونکہ آپ کے اور حکیم برکات احمد کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے[2]۔ بعد ازاں آپ نے دہلی کا سفر اختیار کیا۔ اور وہاں مدرسہ نعمانیہ میں مدرس مقرر ہوئے اور وہاں تاعمر تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔

مدرسہ نعمانیہ میں صدر المدرسین جیسے اہم منصب پر فائز رہے۔ اسی دوران مولانا سیف الرحمٰن صاحب کی ایما پر آپ مدرسہ فتح پوری چلے آئے۔ آپ کے چلے جانے سے مدرسہ کے طلبہ بھی آپ کے ساتھ اکثر مدرسہ فتحپوری میں داخل ہوئے۔ جس کا مدرسہ نعمانیہ پر بہت برا اثر پڑا۔ لیکن دوسرے دن مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم بمعہ اہل و عیال آپ کے پاس آئے۔ اور آپ کو دوبارہ وہاں لے گئے۔

علوم عقلیہ نحو اصول اور علم کلام میں آپ اجتہادی نظر و فکر کے مالک تھے۔ چنانچہ مؤلف نزہۃ الخواطر آپ کے علمی مقام کا تعین فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کان عالماً بارعاً فی الفقہ والاصول والمنطق والکلام۔ اخذ عنہ غیر واحد من العلماء

---

[1] مولانا سیف الرحمٰن صاحب دراصل قندہاری افغان ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد ضلع پشاور علاقہ ہشت نگر میں "منتھرا" نامی قصبہ میں آباد ہوئے۔ اور یہی قصبہ مولانا سیف الرحمٰن صاحب کا مولد ہے۔ عرصہ دراز تک ریاست ٹونک میں تعلیم و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ ٹونکی کی نسبت لگائی گئی ہے۔ تفصیلی حالات کے لئے تذکرہ شیخ الہند۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند نقش حیات۔ نزہۃ الخواطر دریائے کابل سے دریائے یرموک تک تحریک تحریک شیخ الہند ذاتی ڈائری وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

[2] غالباً ان اختلافات کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ نواب صاحب اور حکیم صاحب کے درمیان گہرے روابط تعلقات اور مراسم استوار ہونے کے علاوہ حکیم صاحب نواب صاحب کے خصوصی معالج اور طبیب تھے۔ اسی بنا پہ نواب صاحب کی طبع نازک پر مولانا پوردل صاحب کی یہ مخالفت گراں بار اور شاق گذری ہو۔

آپ نہایت ہی ذکی، بے مثال حافظہ اور مضبوط قوت استدلال کے مالک تھے۔ طبیعت میں لاابالی پن اور شوخی کی وجہ سے عبارت کی صحت وسقم کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ زبان پر جیسا لفظ ادا ہوتا۔ اس کو اسی ہی طرح چھوڑ دیتے۔ لیکن جب کوئی طالب علم اس عبارت کے بارے میں سوال کرتا۔ تو غلط عبارت استحضار علمی اور بے نظیر قوت بیانی سے صحیح کر دیتے۔ اور اس پر جتنے صرفی نحوی اور منطقی شبہات وارد ہوتے ان کا تسلی بخش جواب دیتے۔ اکثر حضرات آپ کو آزمانے کی خاطر درس میں شرکت کرتے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ کسی سازش کی غرض سے آئے ہیں تو اس پر نہایت برہمی کا اظہار کرتے۔ اگر کوئی طالب علم معقول اعتراض کرتا تو اس کی تائید میں کئی دلائل بیان کرتے اور تکمیل مقاصد کے لئے اس قسم کے اور بہت سے اعتراضات اپنے اوپر وارد کرتے۔ پھر ایک ایک کر کے ہر دلیل کو ضعیف اور ہر اعتراض کی رکاکت پر دلائل وتوجیہات کا انبار لگا دیتے۔

سادگی خودداری اور جلال کے ساتھ ساتھ عالی شان اور ظرافت طبع میں بھی آپ مشہور ہیں۔ مختلف لطائف ہمارے طلبہ برادری میں ان کے متعلق منسوب ہیں۔ باوجودیکہ عمر کا معتدبہ حصہ ہندوستان میں گزارا۔ لیکن اردو سیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ از راہ مزاح کبھی کبھی گلابی اردو بولا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا خان بہادر صاحب عرف مولانا مارتونگ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "مولانا کی طبیعت میں ظرافت تھی اور اردو بھی گلابی سی تھی"

ان کی تصنیفات وتالیفات کے بارے میں کوئی سراغ نہیں ملا۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ اس زمانے کے پختون علماء کے رواج کے مطابق انہوں نے اس طرف توجہ نہ دی ہو۔ کیونکہ درس وتدریس ہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور محبوب ترین مشغلہ تھا باقی گوشہ خمول بقول شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

خمولی اطیب الحالات عندی   واعزازی لدیہم فیہ عاری

چنانچہ مولانا پوردل صاحب کی کسی تصنیف یا آمالی کا کوئی تذکرہ کسی کتاب میں موجود نہیں۔ البتہ ان کے افادات بعض محشیین نے ذکر کئے ہیں۔

آپ کا حلقہ تلامذہ نہایت ہی وسیع تھا۔ اپنے علاقہ میں استاذ الکل کے لقب سے مشہور ہیں۔ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ کتابیات:۔ نزہۃ الخواطر، پرانے چراغ۔ نقش حیات اور علمی زندگی :

بقیہ: اسلام اور مستشرقین

اسلام کو عقل کا لاعلاج دشمن (INCUREB LE ENAMY OF EASON) قرار دیا۔

اٹھارھویں صدی کی مختصر روح فرسا روداد کا سرسری جائزہ لینے کے بعد جب قاری انیسویں صدی کی سرحد میں قدم رکھتا ہے تو اسے اندازہ ہوتا ہے کہ خلف اپنے سلف سے اور متبعین اپنے پیش رؤں سے زیادہ متقشف، متعصب اور زہر آلود ثابت ہوئے۔ ان پر نہ تحریک تجدید کا کوئی اثر پڑا۔ نہ ہی یورپ کی روشن خیالی، رواداری اور انصاف کی تحریکات نے ان کے دل کو موم بنایا۔ شدت نفرت میں وہ اپنے بزرگوں اور متقدمین سے بھی بازی لے گئے۔

شفیق فاروقی

دار العلوم کے شب و روز
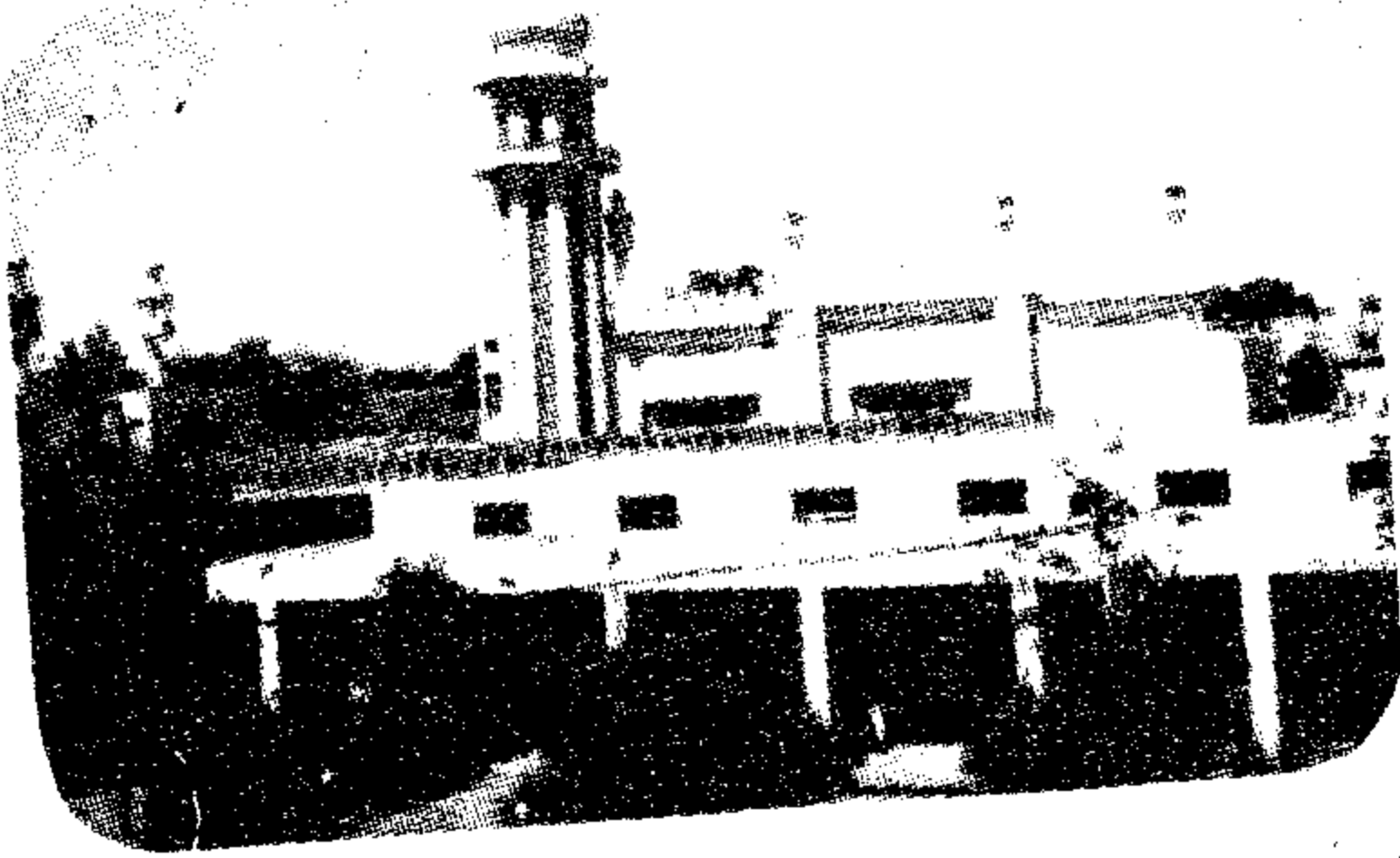
مجلسِ شوریٰ دار العلوم حقانیہ کا بجٹ اجلاس

دار العلوم حقانیہ کے بجٹ اجلاس میں ساڑھے بارہ لاکھ روپے میزانیہ کی منظوری

دار العلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کا سالانہ اجلاس آج یہاں دار العلوم کے لائبریری ہال میں زیرِ صدارت حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی منعقد ہوا جس میں ملک کے دور دراز حصوں سے دار العلوم کے ارکان نے شرکت کی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دار العلوم حقانیہ کی علالت کی وجہ سے سینٹر سابق مولانا سمیع الحق صاحب نے بجٹ پیش کیا جس میں دار العلوم کے تمام شعبوں کی کارگزاری اور آمد و خرچ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی تھی۔ مولانا سمیع الحق نے سالِ رواں کے اخراجات کیلئے بارہ لاکھ ترپن ہزار پانچسو پچاس روپے کا میزانیہ پیش کیا (جو الگ صفحہ پر منسلک ہے) انہوں نے کہا کہ سال گذشتہ دار العلوم کی مختلف مدات پر گیارہ لاکھ اناسی ہزار ایک سو اناسی روپے بارہ پیسے خرچ ہوئے۔ بجٹ اجلاس میں ارکان نے دار العلوم کی ترقیاتی سکیموں پر کھل کر اظہارِ خیال کیا۔ دار العلوم کے مثالی اور متوازن بجٹ کو سراہا۔

اجلاس نے ملک و ملت کے مشاہیر علم و فضل دار العلوم کے بعض اساتذہ و ارکان کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا۔ اور اس ضمن میں قاری محمد طیب قاسمی، علامہ شمس الحق افغانی، مولانا عبدالحلیم صدر مدرس دار العلوم، مولانا مصطفیٰ حسن مدرس دار العلوم، مولانا عبدالقیوم راولپنڈی، مولانا عبدالواحد گوجرانوالہ، مولانا حافظ نور محمد صاحب تلہ گنگ، مولانا دوست محمد مردان، حاجی رحمان الدین اکوڑہ خٹک رکن دار العلوم، میاں مراد گل کاکاخیل رکن دار العلوم محمد نواز خان خٹک شہید اور دیگر حضرات کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی صحتِ کاملہ کیلئے دعا کی گئی جو پچھلے دو ہفتوں سے خیبر ہسپتال پشاور میں زیرِ علاج ہیں۔

شیخ الحدیث کی علالت

شیخ الحدیث مدظلہ نے تعلیمی سال کے آغاز میں اسباق شروع کئے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پڑھاتے رہے مگر اچانک طبیعت زیادہ خراب ہوئی ۱۸ر ذی قعدہ کو ڈاکٹروں کے مشورہ سے انہیں خیبر ہسپتال میں داخل ہونا پڑا جہاں دو ایک مرتبہ قلب کا دورہ بھی پڑا تادمِ تحریر (۷ر ذی الحجہ) آپ ہسپتال ہی میں زیرِ علاج ہیں اور طبیعت بحمد اللہ اب کافی بہتر ہے۔ تمام حضرات سے صحتِ کلی اور شفائے عاجلہ کی درخواست ہے۔

نقشہ میزانیہ دارالعلوم حقانیہ

برائے سالِ رواں ۱۴۰۳ھ و اخراجات ۱۴۰۲ھ میزانیہ بارہ لاکھ ترپن ہزار پانچسو پچاس روپے

مدات	اخراجات ۱۴۰۲ھ پیسے	اخراجات ۱۴۰۲ھ روپے	میزانیہ ۱۴۰۳ھ پیسے	میزانیہ ۱۴۰۳ھ روپے
مطبخ	۹۵	۲,۹۲,۶۷۲	-	۳,۰۰,۰۰۰
ڈاک	۳۶	۵,۳۷۵	-	۷,۰۰۰
نقد امداد	۴۵	۴,۲۷۶	-	۲,۰۰۰
کرایہ مکانات	-	۵۴۰	-	۸۰۰
روشنی و فٹنگ	۲۷	۳۶,۰۳۸	-	۳۰,۰۰۰
صابن	۵۰	۵,۳۰۲	-	۳,۰۰۰
اخبارات	۲۵	۱,۳۲۰	-	۱,۳۵۰
اشاعت	۱۵	۶,۵۴۵	-	۳,۵۰۰
امتحانات	-	۱,۳۰۶	-	۱,۴۰۰
باغیچہ	-	۶۰۲	-	۴۰۰
کتب خرید و جلد بندی	۱۰	۸,۷۷۹	-	۲۰,۰۰۰
سفارت	۸۲	۴۳,۰۲۴	-	۴۳,۰۰۰
سٹیشنری	۰۲	۱,۹۵۷	-	۱,۵۰۰
تنخواہ مع الاؤنسز	۶۸	۲,۵۵,۴۹۴	-	۲,۶۵,۰۰۰
تعلیم القرآن	۶۹	۶۰,۶۸۵	-	۶۸,۵۰۰
واٹر پمپ	-	۶۴۸	-	۳,۰۰۰
سامان خرید و مرمت	۳۲	۹,۹۴۲	-	۸,۰۰۰
آب رسانی	۷۵	۳,۴۱۸	-	۲,۵۰۰
آمد و رفت	۷۶	۵,۴۸۵	-	۷,۰۰۰
ٹیلیفون	۲۴	۴,۲۶۷	-	۵,۰۰۰
بنک کمیشن	-	۵۶	-	۸۰
آڈٹ حسابات	-	۵۰۰	-	۵۰۰
وفاق المدارس	۲۰	۲۰,۹۰۹	-	۱,۰۰۰
درس ریکارڈ	۵۰	۱,۱۶۴	-	۳,۰۰۰
لاؤڈ سپیکر مرمت	-	۳۱۴	-	۵۰۰
تھری فیز میٹر خریداری	-	-	-	۶۷۰
ضمانت میٹر	-	۵۹۰	-	۱,۲۰۰
سوئی گیس فٹنگ	-	۲,۰۵۶	-	۲,۰۰۰
صفائی	۵۰	۴۲	-	۴۰۰
تبلیغ مطبوعات موتمر	-	۳,۶۴۴	-	۴,۰۰۰
سند طباعت	-	-	-	۲۵۰
فرش برائے درس مسجد و دار الحفظ	-	۳,۵۵۰	-	۲۰,۰۰۰
مرمت تعمیرات	-	۱۰,۸۰۲	-	۱۴,۵۰۰
تکمیل دار الاقامہ	-	-	-	۷,۰۰۰
" دار المدرسین	-	-	-	۳,۰۰۰
تعمیر "	-	-	-	۱,۵۰,۰۰۰
پلاٹ جبرائی	.	.	.	۳۵,۰۰۰
ماہنامہ الحق	۲۳	۱,۱۵,۲۰۱	-	۱,۱۵,۰۰۰
مسجد خطیب و موذن	-	-	-	۲,۵۰۰
ملحقہ اراضی کی خریداری	-	-	-	۱,۲۰,۰۰۰
خرید زمین برائے تعمیر	..	۱,۲۵,۰۲۰		-
تعمیر دار الاقامہ	۳۸	۱,۴۶,۵۰۸		-
تعمیر بغلی کمرہ	..	۸۵۴		-
قبرستان	..	۲۸۵		-
میزان	۱۲	۱۱,۷۹,۱۷۹	-	۱۲,۵۳,۵۵۰

UNIFOAM
ہر گھر
ہر دفتر
کی زینت
یونی فوم